عابدہ یسین

مکمل ناول

# تمہارے بن نہیں رہنا

آج پھر جب وہ مما سے ملنے آیا تو اسے وہاں موجود دیکھ کر اس کے ماتھے پر کتنی ہی شکنیں در آئیں تھیں، اس کے وجود کو قطعی اگنور کرتا وہ مما کے سرہانے آ کھڑا ہوا۔

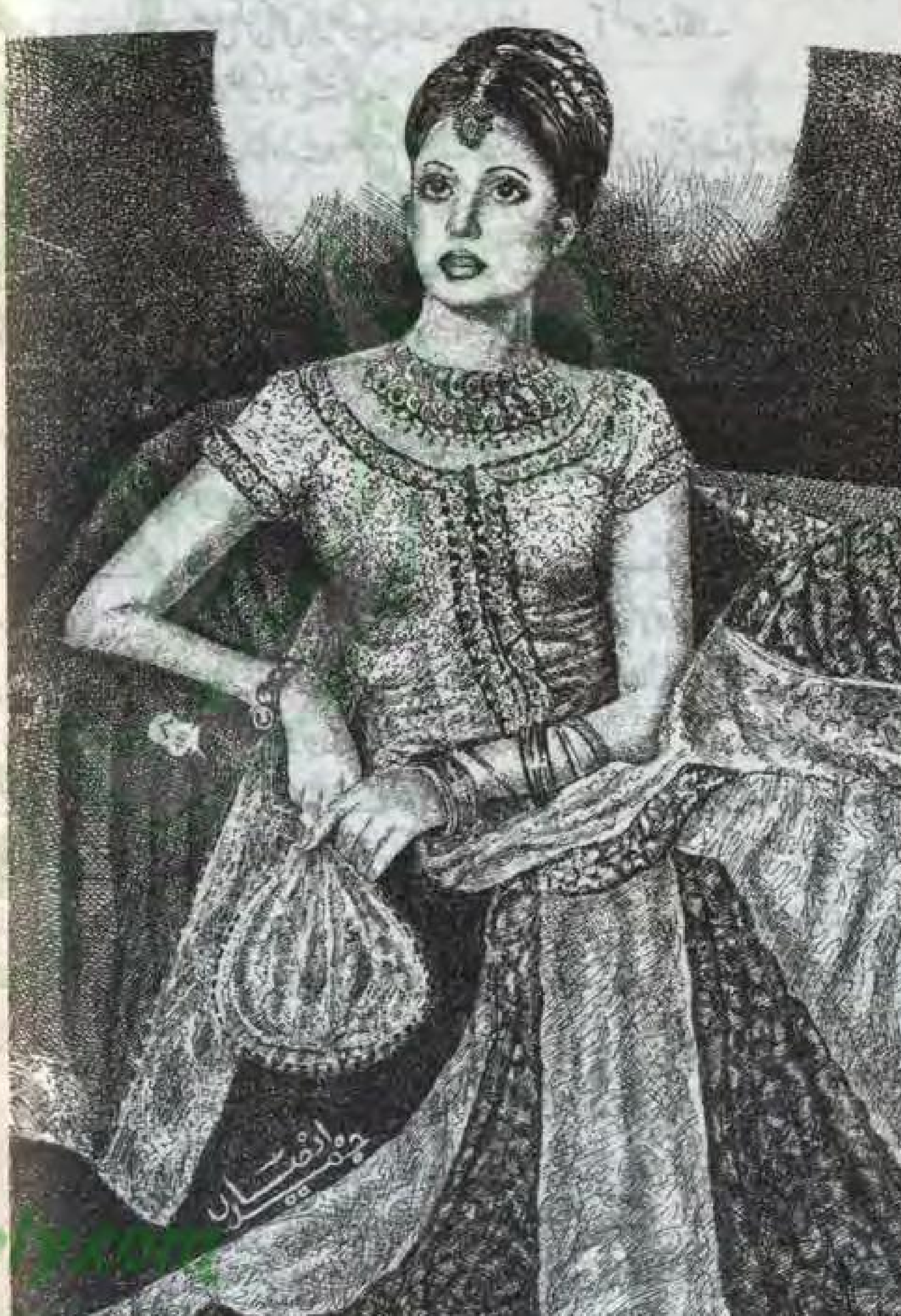

"گڈ ایوننگ مما! اب کیسا فیل کر رہی ہیں؟ حالانکہ اس کا مسکرانے کا موڈ بگڑ گیا تھا، مگر پھر بھی مما کے خیال سے اس نے زبردستی مسکراہٹ لبوں پر سجائی۔

"بہت بہتر فیل کر رہی ہوں مائی سن!" مما نے بھی اسے اسمائل کے ساتھ جواب دیا تھا۔

"او کے آنٹی! میں چلوں، آپ کو ضرورت ہو تو پلیز ضرور بلوا لیجئے گا، میں پھپھو کے پاس ہوں"۔ سحاب نے اپنے ازلی نرم لہجے میں کہا تھا اور پھر اٹھ کر روم سے نکل گئی۔

"تھینکس!" ازمیر نے شکریہ ادا کیا پھر مما سے مخاطب ہوا۔

"مما! یہ کیا مصیبت گلے میں ڈال لی ہے آپ نے، جب بھی آؤ اس کی شکل دیکھو، کیا ضرورت ہے آپ کو اس طرح کے لوگوں کو منہ لگانے کی؟"

"ازمیر! بُری بات بچے! کیسی بات کر رہے ہیں آپ، وہ تو اتنی معصوم اور پیاری بچی ہے، سارا دن تم نہیں ہوتے تو وہ میری کیئر کرتی ہے، حالانکہ کیا رشتہ ہے اس کا اور میرا، صرف انسانیت کا ناں اور وہ اپنی پھپھو کی کیئر کے لیے

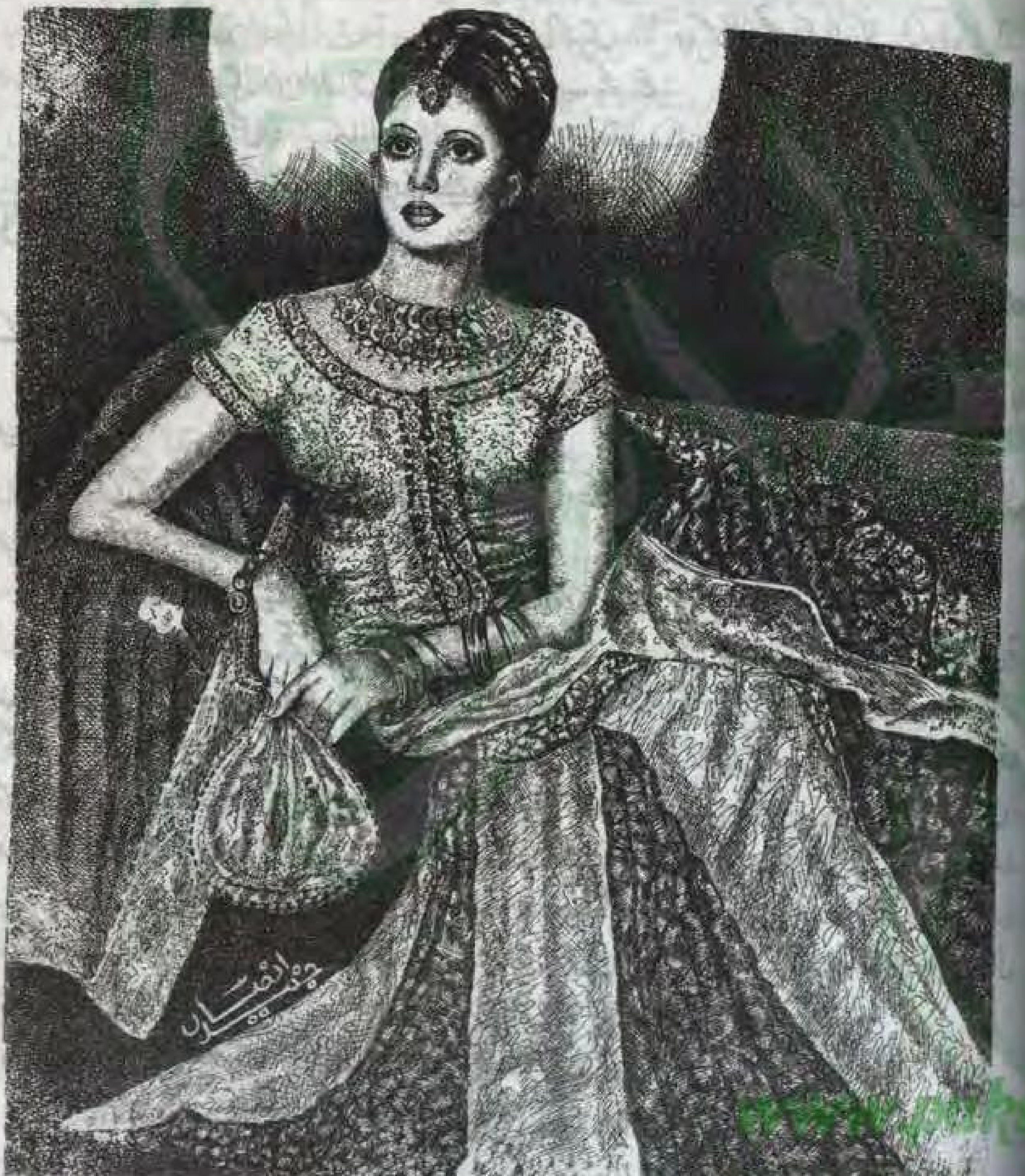

www.paksociety.com

ہاسپٹل میں ہے، مگر مجھے ہر منٹ کے بعد پوچھنے آتی ہے“۔

”ارے مما! آپ نہیں جانتیں لوگوں کو، محض آپ کی نرم مزاجی اور سادہ طبیعت کا فائدہ اُٹھا رہی ہے وہ، پلیز آپ احتیاط برتا کریں، آج کل کے حالات سے واقف ہیں ناں آپ، کسی پر بھی بھروسہ نہیں کر سکتے ہم“۔

”یہاں ہاسپٹل میں میرے ماتھے پر نہیں لکھا تھا کہ میں ”حیدر اینڈ کو انٹر پرائزز“ کے اونر کی ماں ہوں ازمیر! اور میں نے اتنی زندگی گزاری ہے، اچھے بُرے انسان کی پہچان رکھتی ہوں میں بھی، میں کسی کے خلوص کو تمہاری طرح دھتکار نہیں سکتی“۔ مما بُرا مان گئیں تھیں، وہ مزید بحث کے بجائے خاموش ہوگیا۔

”اوکے، جیسے آپ کی مرضی“۔

”اچھا یہ بتاؤ ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں، کب جاؤں گی میں گھر؟ میں تنگ آگئی ہوں بیٹا!“

”مما! ایک دو دن مزید لگ جائیں گے، بہت کمزوری ہے آپ میں، پلیز آپ میری خاطر برداشت کرلیں“۔

”چندا! مجھے لگتا ہے کہ ہاسپٹل میں رہ کر میری طبیعت مزید خراب ہی ہوگی، مجھے یہاں کے ماحول میں لمحہ بھر کا سکون نہیں آتا، اگر سحاب نہ ہوتی تو شاید میں کب کی مرجاتی یہاں“۔

”مما پلیز! اس طرح مت کہا کریں، آپ جانتی ہیں ناں کہ میں.....!“ وہ سمجھ سکتی تھیں کہ اُن کو لے کر وہ کس قدر حساس ہے، اتنی بھری دنیا میں وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے سب کچھ تھے۔

”اللہ آپ کو میری عمر بھی لگا دے مما! ایسی باتیں مت کیا کریں، آپ کے سوا ہے کون میرا؟“

”اسی لیے تو کہتی ہوں کہ شادی کرلو، بیوی بچے ہو جائیں گے تو تمہاری اور میری دونوں کی تنہائی دور ہو جائے گی“۔

”ہاں، جیسے سمیر بھیا کی ہوگئی تھی، مما! پلیز آئی ہیٹ دِس ٹاپک، ایک تجربہ کافی نہیں تھا آپ کے لیے؟“ اس کے لہجے میں تلخی اُتر آئی تھی۔

”ضروری تو نہیں کہ ہر لڑکی ویسی ہو، اچھی بُری ہر طرح کی لڑکیاں ہیں، بس سمیر کے ساتھ جو ہوا، وہ شاید ہمارا نصیب تھا“۔

”مگر میں محض نصیب کا لکھا سمجھ کر سب فراموش نہیں کر سکتا، مجھے نفرت ہے لڑکیوں سے اور یہ بات آپ اچھی طرح سے جانتی ہیں“۔

”ازمیر! تم ساری عمر تنہا کیسے گزارو گے؟“

”اوہ گاڈ! مما پلیز! یہ باتیں کرنے کے لیے ہم انتظار کر سکتے ہیں، ایک عمر پڑی ہے، آپ کم از کم ہاسپٹل میں تو اس ٹاپک کو کلوز کر دیں“۔ وہ مسکرا دیں، سچ ہی تو کہہ رہا تھا، گھر پر بھی جب وہ میسر آتا اپنی بے جا مصروفیت سے اگر کبھی وقت نکال لیتا، تو وہ اس بحث کو لے کر بیٹھ جاتیں اور ازمیر اُکتا کر موڈ خراب کر کے اُٹھ جاتا، وہ اتنا روڈ تھا نہیں، مگر اس کے ساتھ حادثہ ہی ایسا پیش آیا تھا کہ وہ ہر انسان سے اپنا اعتبار کھو بیٹھا تھا، یہ بات وہ سمجھ سکتی تھیں، صدمہ تو ان کے لیے بھی چھوٹا نہیں تھا، ازمیر نے اگر اپنا بھائی کھویا تھا تو انہوں نے اپنے جوان بیٹے کی موت کا درد اپنے دل کے اندر کہیں چھپا رکھا تھا، ازمیر کے خیال سے وہ بظاہر سب بھول چکی تھیں، مگر کیا ایک ماں کے لیے جوان اولاد کی موت بھول جانا ممکن ہے؟ وہ بھی حادثاتی موت نہیں، سوچی سمجھی پوری پلاننگ کے ساتھ دی جانے والی موت۔

آج وہ ڈسچارج ہو رہی تھیں، سحاب ان سے ملتے ہوئے رو پڑی تھی۔



”میں نے بہت کم لوگ دیکھے ہیں آپ جیسے، بے غرض اور پُر خلوص، اور آنٹی میں آپ کو عمر بھر نہیں بھول پاؤں گی، آپ بہت اچھی ہیں، پلیز! اپنا خیال رکھا کریں“۔

”یاد تو تم بھی مجھے بہت آؤ گی، اس زمانے میں اتنی سادگی اور اتنے اچھے اخلاق کی مالک بچی ملی ہو تم مجھے، ورنہ اس نئی نسل پر سے میرا اعتماد ختم ہو چکا ہے سحاب! مگر ان چند دنوں میں تم سے مل کر مجھے لگا کہ ابھی اچھے لوگ باقی ہیں، تمہارے ماں باپ جیسے، جنہوں نے تمہیں اتنے اچھے اقدار دیئے، تمہاری اعلیٰ تربیت کی“۔

”تھینک یُو سو مچ آنٹی! مگر وہ ماں باپ مجھے اس بُرے زمانے کے سپرد کر گئے، تنہا چھوڑ گئے، اینی وے، آپ مجھے اپنا کونٹیکٹ نمبر دیں گی؟ کبھی دل چاہا تو آپ سے لمحے دو لمحے کے لیے بات کرلیا کروں گی، آنٹی نو، آپ کے بیٹے کو یہ اچھا نہیں لگے گا، مجھے دیکھ کر ان کے چہرے پر آنے والی نفرت اور غصہ میں دیکھ چکی ہوں، مگر پھر بھی“۔

”ارے تم ازمیر کے روڈ بی ہیویئر کو پلیز دل پر مت لینا، وہ اپنی عادت سے مجبور ہے اور بس“۔ انہوں نے پیار سے اس کے گال تھپتھپائے تھے پھر اسے اپنا سیل فون نمبر دے دیا، وہ ازمیر کے خیال سے جلدی سے آنٹی سے نمبر لے کر انہیں اللہ حافظ کہہ کر وہاں سے پھپھو کے پاس آ گئی، مگر راستے میں ہی وہ بد اخلاق انسان اسے ٹکرا گیا، جسے قطعی اگنور کرتی وہ آگے بڑھی تھی، اس شخص کی آنکھوں میں جو نفرت اسے اپنے لیے نظر آتی تھی وہ سحاب کو جانے کیوں خوفزدہ کرتی تھی، حالانکہ اس نے تو ازمیر حیدر کا بگاڑا بھی کچھ نہیں تھا، صرف آنٹی کے ساتھ وہ کچھ وقت گزار لیتی تھی۔ ہاسپٹل کے اس ماحول میں اس کی گھٹن کم ہو جاتی تھی، اپنی طرف سے تو وہ آنٹی کے ساتھ اچھا ہی کرتی تھی، ان کا خیال رکھتی تھی، جانے ان کے بیٹے کو یہ بات کیوں پسند نہیں تھی؟ خیر! اب تو قصہ ہی ختم ہو گیا تھا، آنٹی اپنے گھر جا رہی تھیں اور کل پھپھو کو بھی چھٹی مل جانی تھی، وہ پھپھو کے بیڈ کے پاس بیٹھی ان کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی کہ ان کی آواز نے چونکا دیا۔

”سحاب! تم خاموش ہو؟“

”نہیں پھپھو! بس وہ.....“

”مجھے پتہ ہے تم اُکتا جاتی ہو، دل چاہ رہا ہے تو گھر ہو آؤ، میں رہ لوں گی کچھ دیر تنہا“۔

”ارے نہیں پھپھو! صبح تو آپ ڈسچارج ہو جائیں گی، بس آپ کے ساتھ ہی جاؤں گی“۔ وہ مسکرا دی، پھپھو اسے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ اور خلوص خاموشی سے دیکھنے لگیں، اپنی بچی بہت عزیز تھی انہیں، مگر اپنے خاوند کے روکھے رویے کی وجہ سے جب وہ سحاب کو اُداس دیکھتی تھیں، تو بہت دل دکھتا تھا، گر سحاب کا کوئی اور آسرا ہوتا تو وہ اسے اپنے گھر کے گھٹن زدہ ماحول میں نہ رکھتیں، مگر ان کے ساتھ ساتھ سحاب کی بھی مجبوری تھی ان کے ساتھ رہنا، مگر اب تو اس بے چاری نے روز روز کی اس بحث سے ہار کر پرائیویٹ اسکول میں نوکری کرلی تھی، تین ہزار میں بنتا تو کچھ نہیں تھا مگر اس کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ پھپھو کو مزید پریشان نہ کرے، اسی وجہ سے جو ہر وقت پھپھو کو باتیں سننا پڑتی تھیں وہ کچھ کم تو ہوں، وہ ساری سیلری پھپھو کو دے دیتی تھی، اور شام میں بچوں کو ٹیوشن پڑھانے سے جو رقم ملتی وہ اپنے ذاتی خرچ کے لیے رکھتی تھی، یوں کم از کم گھر میں قدرے سکون ہو گیا تھا، لیکن پھپھو اندر ہی اندر کڑھتی رہتی تھیں۔

☆..........☆..........☆

”ایسا کب تک چلے گا ازمیر! تم میری وجہ سے ذرا بھی ریسٹ نہیں کر سکتے، یہ بات مجھے بہت تکلیف دیتی ہے“۔

”مما! میں فل ٹائم لیڈی آپ کے لیے رکھنا چاہتا ہوں، مگر مجھے کوئی بھی قابلِ اعتبار نہیں مل رہی، میں رسک نہیں

www.paksociety.com

لے سکتا"۔

"تم اپنے دوست ڈاکٹر حماد سے بات کرو، وہ کوئی نرس....."

"مما! نرس صرف آپ کو میڈیکلی ٹریٹمنٹ دے گی، تھراپی وغیرہ کرے گی، مگر میں ایسی کوئی لیڈی چاہتا ہوں جو دن رات آپ کا خیال رکھے"۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا، وہ تو مفلوج ہی ہو کر رہ گئی تھیں، بنا سہارے کے چلنے سے بھی محتاج، اور کھانے سے بھی، ایسے میں واقعی انہیں ہمہ وقت کے لیے ایسے انسان کی ضرورت تھی جو مکمل طور پر ان کا دھیان رکھے، ساتھ ہی ان کی ایکسرسائز میں بھی ہیلپ کرے، ازمیر اکیلا کیا کیا کر سکتا تھا، وہ بھی انسان تھا، صبح وہ اکثر ان کی وجہ سے لیٹ ہو جاتا اور پھر رات بھر ان کے پاس رہتا کہ انہیں کسی چیز کی ضرورت نہ پڑ جائے۔

"ازمیر! ایسی ایک لڑکی ہے میری نظر میں، جو نہ صرف میرا پورا خیال رکھ سکتی ہے بلکہ مجھے اس پر مکمل بھروسہ بھی ہے"۔

"کون ہے مما! وہ؟"

"سحاب!" ان کے منہ سے نکلا نام سن کر ازمیر کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"مما! مجھے پہلے ہی شک تھا وہ معصومہ بی بی آپ کو اپنی سادگی کے جال میں جکڑ چکی ہے، مما! کیوں ایک بار پھر آپ دھوکہ کھانا چاہتی ہیں؟"

"نیور ازمیر! اس بار دھوکہ تم کھا رہے ہو، وہ ایسی نہیں ہے، بہت بے غرض اور خلوص سے بھرا دل ہے اس کا، یقین کرو وہ بچی اتنی نیک فطرت ہے، بھلا ہاسپٹل میں اسے میری ذات سے کیا لالچ تھا جو وہ میری اتنی کیئر کرتی تھی؟"

"یہ لالچ کم تھا کہ اس نے اپنی اس چالاکی سے آپ کے گھر راستہ استوار کر لیا؟"

"قصور تمہارا نہیں ہے میرے بچے! مگر پلیز! ہر انسان کو ایک نظر سے دیکھنا چھوڑ دو، جو ہمارے ساتھ ہو چکا وہ بھولنا میرے لیے بھی آسان نہیں، مگر اگر ہم انسانیت سے اپنا اعتبار کھو دیں گے تو دنیا میں رہنا مشکل ہو جائے گا، اگر بُرے لوگ ہیں یہاں تو اچھے بھی ہیں، جن کی اچھائی اور نیکی کی وجہ سے انسانیت قائم ہے، فار گاڈ سیک ازمیر! خود کو یوں تنہا مت کرو میرے بچے!"

"اگر آپ کو اس پر اتنا بھروسہ ہے تو بلوا لیجیے اسے، مگر کل کو اگر کچھ ہوا تو....."

"میں اس کی گارنٹی لیتی ہوں، تم بس ایک بار مجھے اس کے گھر لے چلو"۔

"مما! میں کیا جانوں کہ....."

"او کے"۔ انہوں نے مسکرا کر سر ہلایا تھا، انہیں یاد آ گیا کہ جب سحاب نے ان سے فون نمبر لیا تھا تو اپنا نمبر بھی دیا تھا، انہوں نے اپنے موبائل کو نٹیکٹ نمبرز چیک کیے اور اگلے پل وہ سحاب کا نمبر ڈائل کر رہی تھیں۔

"السلام وعلیکم!" ان کی کال ریسیو کرتے ہی خوبصورت آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی۔

"وعلیکم السلام! تم سحاب ہو ناں؟"

"جی، مگر آپ.....؟"

"ارے اتنی جلدی بھول گئیں، تم تو کہتی تھیں آنٹی میں عمر بھر آپ کو یاد رکھوں گی"۔ اتنا میٹھا لہجہ تھا، وہ فوراً پہچان گئی۔

"آنٹی جی! کیسی ہیں آپ؟ آئی ایم سوری، میں آپ کی آواز سے آپ کو پہچان نہیں پائی"۔

"اٹس او کے میری جان! اچھا میرا بڑا من کر رہا ہے تم سے ملنے کو، مجھے اپنے گھر کا ایڈریس بتاؤ گی؟"

"رئیلی آنٹی! آپ میرے گھر آئیں گی؟" وہ بہت ایکسائٹڈ تھی، اس نے انہیں اپنا ایڈریس دیا اور وہ شام میں ہی ان کے گھر تھیں، ازمیر حیدر کے ساتھ، آف کورس اس کا آنا ضروری تھا، بی کوز وہ اکیلے نہیں آ سکتی تھیں، انہوں نے جب اس کی پھپھو اور پھپھا سے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا تو، پھپھا اتنے خوش ہوئے کہ ان کے سر سے بوجھ ہٹ رہا ہے، مگر پھپھو تذبذب کا شکار تھیں، بالکل غیر اجنبی لوگوں کے حوالے وہ اپنی جوان بھتیجی نہیں کر سکتی تھیں، یہ کون سا اعتبار کا زمانہ تھا، ان کی نظریں بار بار ازمیر تک جا کر پلٹ جاتیں، وہ شاید ان کی نگاہوں کا مطلب پڑھ چکی تھیں۔

"بے فکر رہیں بہن! سحاب میری بیٹی کی طرح رہے گی، اس کی عزت آبرو ہماری عزت آبرو ہے، میرا یقین کریں، آپ کی بھتیجی میرے گھر میں بالکل محفوظ رہے گی، میری مجبوری سمجھ لیں، میں کسی غیر پر اعتبار کر کے اپنے گھر میں نہیں رکھ سکتی، سحاب پر میرا بھروسہ ہے"۔

"ہم غریب ہیں آپا جی! مگر اس طرح کی نوکری کی اجازت.....وہ بھی جوان بچی کو؟"

"اوہو.....وہ کہہ تو رہی ہیں کہ وہ خیال رکھیں گی سحاب کا"۔

"مگر میرا دل نہیں مانتا، میں اپنے مرحوم بھائی کو کیا جواب دوں گی کہ میں ان کی ایک آخری نشانی کی بھی حفاظت نہ کر سکی، اپنے گھر میں جگہ نہ دے سکی"۔

"ارے، اس گھر میں جگہ ہے کب؟ اب تیرے بھائی بھاوج خزانے چھوڑ نہیں مرے، جو ہم نے ان کی بچی کا ٹھیکہ لے لیا ہے، اپنے بچے پالنا مشکل ہیں اس دور میں، اوپر سے یہ مفت کا خرچہ"۔

"کب بوجھ بنی ہے وہ تجھ پر؟ نوکری کرتی ہے، ساری تنخواہ تیرے ہاتھ پر رکھ دیتی ہے، شام میں بچوں کو پڑھا کر اپنا خرچ نکالتی ہے، مفت میں دو وقت کی روٹی تک نہیں کھاتی وہ تیری"۔

"پلیز پھپھو! بحث نہ کریں، میرے نصیب نہیں بدلیں گے، آپ کے بحث کرنے سے"۔ اس نے پھپھو کے کندھے پر ہاتھ دھرا، پھر بمشکل آنے والے آنسو اندر لیے تھے۔

"آنٹی! میں چلتی ہوں آپ کے ساتھ"۔

"سحاب.....!" پھپھو نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"میں آپ سے ملنے آتی رہوں گی، پلیز پھپھو!" اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا، آنٹی اور ازمیر کے سامنے یہ حقیقت لانا وہ کبھی نہیں چاہتی تھی، مگر اب تو وہ سب جان چکے تھے، تو وہ نظریں اُٹھانے کے قابل بھی نہ رہی، اس نے اپنا ضروری سامان بیگ میں ڈالا اور پندرہ منٹ بعد وہ ان کے ساتھ جانے کو تیار تھی، گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس نے آخری نظر اس بوسیدہ دو کمروں کے مکان پر ڈالی تھی، جس مکان نے بُرے وقت میں اسے آسرا دیا تھا، پھر چہرے پر پھیلنے والے آنسو دوپٹے میں جذب کر لیے، وہ جس احساس اور کیفیت سے گزر رہی تھی اس کے پیش نظر اس وقت گاڑی میں صرف خاموشی تھی، اور اس کے خاموش آنسو جو روکنے کے باوجود بھی جانے کیوں اُمڈ اُمڈ کر آ رہے تھے۔

☆.........☆.........☆

کئی دن لگے تھے دل کا بوجھ ہلکا ہونے میں، بھلا کب سوچا تھا اس نے کہ زندگی اسے یہ وقت بھی دکھائے گی کہ دنیا میں وہ بے آسرا ہو کر رہ جائے گی، سگی پھپھو کے ہوتے ہوئے وہ غیروں کے سہارے تھی، آنٹی نے اسے محبت سے سمجھایا، بہت مان دیا، اپنے ہونے کا احساس دلایا، مگر یہ حقیقت تو نہیں بدل سکتی تھی ناں کہ وہ کچھ بھی کرتے اس کے کبھی اپنے نہیں کہلا سکتے تھے اور نہ ہی وہ ان کو اپنا کہہ سکتی تھی، سحاب نے وقت اور زندگی دونوں سے سمجھوتہ کر لیا تھا، مقدر کا لکھا سمجھ کر ہر حقیقت قبول کرنے کی کوشش کر ڈالی تھی، اس نے اپنے لیے اپنے آنے والے وقت کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا تھا اور خود کو تقدیر کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ ازمیر حیدر کی سرد نگاہیں جن میں سوائے تنفر کے اور کچھ نہ تھا، اسے شاید یہاں بھی

www.paksociety.com

زندگی کو سہل نہیں سمجھنے دیں گی، وہ اب بھی کہتا کچھ نہ تھا مگر وہ جب بھی سامنے آتا تو صرف پل بھر کے لیے ہی سہی سحاب کو اپنا وجود پستی میں اُترتا محسوس ہوتا، جانے وہ کیا سمجھتا تھا اسے، جانے کون سی غلطی ہوئی تھی اس سے، وہ بے خبر تھی، مگر ازمیر کا رویہ اسے بہت شرمندہ کر جاتا تھا کہ وہ اب ان پر بوجھ بن گئی ہے، اس سب کے باوجود وہ آنٹی کی دیکھ بھال دل و جان سے کرتی تھی، دن رات ایک کر کے حتیٰ کہ آنٹی خود کہہ کہہ کر تھک جاتیں ”سحاب! کچھ دیر آرام کرلو“۔ مگر وہ جانتی تھی کہ وہ یہاں کس مقصد کے لیے آئی ہے، سو پوری ایمانداری سے وہ ڈیوٹی انجام دیتی، آنٹی کی ہر ضرورت کے علاوہ کچن بھی اب اس کی ذمہ داریوں میں شامل تھا، اس گھر میں ملازم کے نام پر صرف رحیم بھائی تھے، جو گھر کی تمام ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے تھے، حتیٰ کہ کچن بھی، مگر سحاب کے آنے سے انہیں بھی بہت ریلیف ملا تھا، وہ بہت قدر کرتے تھے اس بچی کی، دعائیں دیتے نہ تھکتے، صرف ایک ماہ میں ازمیر حیدر کے علاوہ ہر چیز، ہر شخص اس کا عادی ہو چکا تھا، اور آنٹی میں آنے والی امپروومنٹ بھی قابلِ ستائش تھی۔ بے شک ازمیر نہ مانتا مگر یہ سچ تھا کہ وہ بہت اپنے پن اور خلوص سے مما کی خدمت کرتی تھی، ان کا دھیان رکھتی تھی، یہی وجہ تو تھی آج وہ مما کو خود اپنے ہاتھ سے کھانا کھاتے دیکھ رہا تھا، جن کا دایاں ہاتھ ہلتا نہیں تھا، یہ سحاب کی محنت اور توجہ کا کمال تھا، مما کی تھراپی، میڈیسن انہیں ہر چیز ٹائم پر ملتی تھی کہ وہ صرف مما کو دیکھنے جاتا تھا، ان کی فکر نہیں ہوتی تھی اب اسے، پھر مما کے چہرے پر اب ہر لمحہ مسکراہٹ نظر آتی، اُداسی، مایوسی، دکھ نہیں، ان کی صحت بھی بہت بہتر ہوگئی تھی۔

”آئی ایم سو ہیپی مما! آج آپ کو کھانا خود سے کھاتے دیکھا تو بلیو می، بہت اچھا لگا، جیسے مجھے نئی زندگی ملی ہو“۔

”دیکھا ناں سحاب کی محبت اور توجہ کا رزلٹ؟“ اس کے مسکراتے لب سکڑ گئے، کچھ کہنے کو لب ہلے تھے، مگر مما نے پہلے ہی ہاتھ اُٹھا کر منع کر دیا۔

”تم اس کی اچھائی اور محنت کو سراہ نہیں سکتے تو فار گاڈ سیک! کچھ ایسا ویسا بھی مت کہنا کہ مجھے دکھ ہو“۔

”مے بی، یہ ان کا کریڈٹ کیا ہوا کوئی ڈرامہ ہو؟“

”مجھ سے وعدہ کرو ازمیر! کہ تم سحاب کے لیے اچھے الفاظ نہیں کہہ سکتے تو بُرے بھی مت کہا کرو، میری تم سے ریکوئیسٹ ہے کہ پلیز! اس بچی کو کبھی ایسے لفظ مت کہنا کہ وہ ہرٹ ہو جائے، ورنہ تمہاری مما کو اس کے دل سے زیادہ اپنا دل ٹوٹتا محسوس ہوگا“۔

”آپ اتنا ٹرسٹ کرنے لگی ہیں اس پر؟“

”ہاں، بالکل اتنا ہی اعتبار کرتی ہوں میں اس پر، جتنا کہ مجھے تم پر ہے“۔ ان کے مضبوط اور ٹھوس لہجے نے اسے خاموش کر دیا۔

”لیجیے آنٹی! دودھ اور آپ کی میڈیسن جلدی....“ وہ جس تیزی اور جوش سے اندر آئی تھی، اتنی ہی جلدی سارا جوش ٹھنڈا پڑ گیا، سامنے ازمیر حیدر کو دیکھ کر، ازمیر نے حسبِ عادت ایک کڑی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

”چہرے سے جس قدر معصوم و سادہ نظر آتی ہے اتنی ہے نہیں، مما کو ایک دن ضرور یقین آئے گا میری بات پر“۔ اس کی سوچ زہر آلود تھی، پل بھر کو ٹھہرا وہ سحاب کی موجودگی میں، پھر باہر نکل گیا۔

”سحاب! ادھر آؤ میرے پاس“۔ وہ خاموشی سے چلتی ہوئی ان کے پاس آگئی، دودھ کا گلاس ٹیبل پر دھرا انہیں میڈیسن دیں، پانی کا گلاس پکڑایا، یہ تمام امور بہت چُپ چاپ انجام دیئے تھے اس نے، پھر وہ اُٹھ گئی، کچن کا کام سمیٹا اور باہر کے تمام کام ختم کر کے جب وہ زہرہ حیدر کے پاس لیٹی تو اس کی آنکھوں میں ڈھیروں پانی ٹھہرا تھا، ان کا ہاتھ دھیرے سے اس کے سر پر ٹھہرا تھا، پھر وہ دھیرے دھیرے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM

''میں سمجھتی ہوں بچے! ازمیر کی چبھتی نظریں، سرد اور روکھا انداز تمہیں اندر ہی اندر کاٹتا ہے، تم بنا کسی غلطی کے اس کے سامنے مجرم بن کر کھڑی ہو جاتی ہو، وہ ایسا ارادتاً نہیں کرتا، بس وہ مجبور ہے، اس کا عورت ذات سے اعتبار بہت بُری طرح ٹوٹا ہے، اور جوان بھائی کی موت نے اسے توڑ دیا ہے، وہ جو تمہیں اسٹون مین دکھائی دیتا ہے ناں سحاب! ایسا ہے نہیں، وہ بہت بکھرا ہوا ہے، اندر سے خوفزدہ ہے، یہی خوف تو ہے جو اسے تم پر اعتبار نہیں کرنے دیتا، تمہاری ہر اچھائی وہ ڈر کھا جاتا ہے''۔ ان کی الجھی باتیں اسے بھی الجھا گئی تھیں، اس نے آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا تو ان کا چہرہ درد کی داستان بنا ہوا تھا۔

''ازمیر میرا اکلوتا بیٹا نہیں ہے بلکہ چھوٹا بیٹا ہے، میرا بڑا بیٹا سمیر حیدر تھا، باپ کے انتقال کے بعد تمام بزنس وہ بہت احسن طریقے سے چلا رہا تھا، ازمیر ان دنوں ملک سے باہر تھا، اپنی اسٹڈی کے سلسلے میں، سمیر بہت زندہ دل بچہ تھا، وہ بہت نرم طبیعت اور نرم دل رکھتا تھا اور اسی وجہ سے وہ مار کھا گیا، اس کے آفس میں ایک نئی لڑکی آئی تھی، سیکریٹری تھی اس کی، بس دھیرے دھیرے وہ اسے چاہنے لگا، اور جب اسے لگا کہ اسے تانیہ کو اپنا لینا چاہیے تو اس نے مجھے اپنی پسند سے آگاہ کیا، میں کوئی پرانے خیالات کی مالک نہ تھی، یوں بھی میری لائف ان دنوں بہت سوشل ہوا کرتی تھی، مجھے اعتراض نہ تھا، تانیہ بھی تمہاری طرح یتیم تھی، وہ بہت خوبصورت تھی، ساتھ ہی اس کا لہجہ بہت دھیما اور نرم تھا، مجھے بھی وہ اچھی لگی، یوں جلد ہی وہ میرے گھر میں میری بڑی بہو بن کر آ گئی، اس کے آنے سے گھر میں وہ رونق بڑھی کہ ہم خوشی سے پاگل ہونے لگے، ازمیر بھی بہت خوش تھا، وہ بھائی کی شادی پر آیا تھا، کچھ دن بھائی اور بھابی کے ساتھ گزار کر پھر واپس چلا گیا، تانیہ کو ہمارے ماحول میں ایڈجسٹ کرنے میں قطعی دقت نہ ہوئی تھی، کہ وہ بھی ماڈرن خیالات کی مالک تھی اور سوشل لائف گزارنا اسے پسند تھا، سمیر اسے پاکر بہت زیادہ خوش تھا اور میں انہیں دیکھ کر خوش رہتی تھی، تین ماہ سکون سے گزر گئے، پھر دھیرے دھیرے سمیر کی طبیعت ڈھیلی رہنے لگی، وہ بہت ست رہنے لگا، میں بہت فکر مند تھی، تانیہ اس کا بہت خیال رکھتی تھی، میڈیسن وغیرہ، ڈاکٹر کے پاس لے جانا، اس کی ذمہ داری تھی، ظاہر ہے وہ بیوی تھی سمیر کی، اور ہر بیوی کا فرض ہوتا ہے یہ تمام ذمہ داریاں سنبھالنا، پھر جیسے جیسے سمیر کی طبیعت خراب رہنے لگی، دھیرے دھیرے بزنس بھی تانیہ سنبھالنے لگی، میں اور ازمیر یہ سب اس کی نیکی اور محبت ہی سمجھتے رہے، سمیر بستر سے لگ گیا، مجھے ازمیر کو بتانا پڑا، اور ازمیر صرف پندرہ دن کے اندر پاکستان آ گیا، اور جب ازمیر، سمیر کو چیک اپ کے لیے ڈاکٹر کے پاس لے گیا تو انہیں جو حقیقت معلوم ہوئی، اس نے ہمارے پاؤں کے نیچے سے گویا دھرتی ہی کھینچ لی تھی، سمیر کو ریگولرلی سلو پوائزن دیا جا رہا تھا، یہ ہمارے لیے شاکنگ تھا، کون کر سکتا تھا ایسا؟ سوائے تانیہ کے، ازمیر کی چھٹی حس فوراً بیدار ہوئی تھی، اس نے جہاں اپنے بھائی کو اچھے ہاسپٹل میں ایڈمٹ کرایا، ساتھ ہی وہ بزنس کے معاملات دیکھنے آفس پہنچا، مجھے اس دن علم ہوا کہ مجھے تانیہ پر اندھا اعتماد نہیں کرنا چاہیے تھا، وہ مجھے کہہ دیتی کہ مما میں نے سمیر کو چیک کروا دیا ہے، میڈیسن دے دیں، میں مان لیتی، مجھے کیا علم تھا کہ وہ میرے بچے کو میڈیسن کے نام پر زہر دے رہی تھی، تانیہ ازمیر کے آفس پہنچنے سے پہلے ہی وہاں سے نکل گئی، وہ سارا بزنس اپنے نام کرانے کے چکر میں تھی، صرف سمیر کے سائن باقی تھے اور اگر ٹھیک وقت پر ازمیر نہ آتا تو وہ شاید یہ بھی کر لیتی، پھر بھی وہ پچاس لاکھ تک کا نقصان دے گئی تھی، مگر ہمارے نزدیک اس وقت وہ دولت اہم نہ تھی، سمیر کی جان اہم تھی، ہم نے ہر اچھے ڈاکٹر کو دکھایا، مگر دیر بہت ہو چکی تھی، تین ماہ سے مسلسل اسے زہر دیا جا رہا تھا، وہ تو اس کے خون میں رچ گیا تھا، ہم کوشش کرتے رہے، مگر سمیر ہمیں چھوڑ گیا، میرے لیے حیدر داود کی موت کے بعد یہ صدمہ سہنا بہت کٹھن تھا، مجھے ہارٹ اٹیک ہوا، مگر میری ابھی زندگی تھی، سو میں اپنے ازمیر کے لیے بچ گئی، مگر اس کے بعد میں سنبھلی نہیں، ایک دن بلڈ پریشر بہت ہائی ہو گیا، ازمیر فوراً مجھے اسپتال بھی لے گیا، مگر میرے جسم کا دایاں حصہ مفلوج ہو گیا، بس جب سے میں بستر پر ہوں، ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ توجہ اور کوشش مجھے پھر سے چلا سکتی ہے، مگر ازمیر تنہا کیا کیا کرتا، سو مجھے لگا تم یہ کر سکتی ہو، مجھے تم پر وہ بھروسہ ہے جو مجھے اپنے ازمیر پر ہے، بچے! تم اس کے رویے کو دل سے نہ لگانا میری جان، وہ مجبور ہے اپنی عادت سے، اس کا بھائی اسی اعتبار اور محبت نے چھین لیا ہے، اور اب وہ محبت اور عورت دونوں سے نفرت کرتا ہے، لیکن مجھے یقین ہے وہ دن جلد آئے گا، جب وہ خود تمہاری اچھائی کا، تمہارے خلوص، تمہاری نیک نیتی اور ایمانداری کا اعتراف کرے گا''۔ آنٹی نے جو سچ اسے بتا دیا تھا اس کے بعد تو اس کے دل میں ازمیر حیدر کے لیے ہمدردی ہی ہمدردی تھی، وہ اپنی جگہ ٹھیک تھا، جو کر رہا تھا جائز تھا، اب اسے اس کے رویے اور نظروں کی سرد مہری سے گلہ نہ تھا، اور نہ ہی دکھ تھا کہ وہ مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی کیوں مجرم بنی ہوئی ہے، وہ مجرم نہیں تھی، مگر اس جیسی ہی ایک لڑکی نے ان نیک دل لوگوں کا اعتبار کھویا تھا، پھر بھلا کیوں کر وہ کسی پر بھروسہ کر سکتے تھے؟

☆..............☆..............☆

سحاب کو یہاں آئے تین ماہ ہو چکے تھے، وہ کبھی کبھار پھپھو سے ملنے چلی جاتی تھی اور کس قدر حیرت کی بات تھی ناں کہ اس کو پھپھو کے گھر لے جانے کی ڈیوٹی خود ازمیر حیدر انجام دیتا تھا، یہ کام وہ خوشی سے نہیں کرتا تھا، بلکہ صرف اس بنیاد پر کہ کب سحاب کی اصلیت کھلے اور وہ مما کو دکھائے، مگر وہ اب تک اپنی کسی بھی کوشش میں کامیاب نہیں ہوا تھا، ہاں سحاب نے اپنا کام بہت کامیابی سے انجام دیا تھا، وہ اب جب مما کو دھیرے دھیرے اسٹیپ اُٹھاتے دیکھتا تو ناقابلِ فراموش خوشی ہوتی تھی اسے، مما اب خود سے چلنے لگی تھیں، بہت زیادہ نہیں مگر یہ کیا کم تھا ان کے وجود کا وہ حصہ جسے ڈاکٹرز نے بے جان قرار دے دیا تھا اب حرکت کر سکتا تھا، پہلے ہاتھ اور اب پاؤں، مما دھیرے دھیرے ٹھیک ہو رہی تھیں اور اس نے اسی خوشی میں گیدرنگ رکھی تھی، جس میں اس کے چند فرینڈز اور کچھ خاص خاص رشتہ دار شامل تھے، سب کے لیے سحاب کا وجود حیرت کا باعث تھا، کچھ لوگوں کے لیے خوشی کا سبب بھی دکھائی دیا، جیسے فیضی، لڑکیاں (خوبصورت لڑکیاں) دیکھتے ہی پاگل ہو جاتا تھا، اسے حیرت اور ناگواریت کا احساس شدت سے ہوا تھا، جب مما نے سحاب کو اپنی قریبی عزیزہ کہہ کر تعارف کروایا اور اس بات پر وہ ان سے خفا بھی ہوا تھا۔

''یہ رانگ ہے مما! میں آپ کی وجہ سے اسے برداشت کر رہا ہوں، مگر یہ جھوٹ....''

''جھوٹ کیا ہے؟ وہ میرے قریب بھی ہے اور مجھے عزیز بھی بہت ہے''۔ ان کی لاجک اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔

''مگر میرا اس سے کوئی رشتہ نہیں ہے''۔

''تو میں کب بنا رہی ہوں؟''

''مما! اگر آپ اسے اپنی بھانجی بتائیں گی تو میری کیا لگے گی وہ؟'' اس کا غصہ عروج پر تھا، مما کا چہرہ بھی سنجیدہ تر ہو گیا۔

''ازمیر پلیز! یہ گھر اس کا بھی ہے''۔

''واٹ....؟'' وہ اُچھل گیا، تبھی سحاب اندر آئی تھی۔

''ڈونٹ وری ازمیر حیدر! میرا یہاں کچھ نہیں ہے، آئی پرامس، کل بھی سب آپ کا تھا، آج بھی آپ کا ہے اور آنے والے ہر دن میں بھی صرف آپ کا ہوگا، آئی نو، میں یہاں جسٹ اے سرونٹ ہوں، جس کی مجھے پے ملتی ہے، اس کے علاوہ اور مجھے کچھ درکار بھی نہیں ہے''۔ اس کے لہجے میں غصہ نہیں تھا، طنز بھی نہیں تھا، صرف اعتماد تھا۔

''تمہارے آنے سے میری مما تو میری رہیں نہیں''۔

''وہ آپ کی ہی ہیں، ہاں یہ ان کا بڑا پن ہے کہ ان کے دل میں مجھ یتیم کے لیے اتنی چاہت ہے، آنٹی نے جو میرے



www.paksociety.com

لیے کیا وہ میں عمر بھر یاد رکھوں گی، اور احسان تو میں آپ کا بھی نہیں اُتار سکتی کہ نا چاہتے ہوئے بھی آپ مجھے اپنے گھر میں رکھنے پر مجبور ہیں"۔

"جسٹ شٹ اپ، تمہارے یہ ڈائیلاگز صرف مما کو اٹریکٹ کرتے ہیں مس سحاب! بہتر ہوگا ان پر ہی ٹرائی کرو"۔ وہ اسی تنفر بھرے لہجے میں کہتا کمرے سے نکلا تھا اور سحاب گہری سانس خارج کرنے لگی۔

"سحاب بچے!"

"پلیز آنٹی! اٹس او کے، اب میں سب جانتی ہوں پلیز"۔ اس نے انہیں ریلیکس کیا اور پھر ان کے برابر میں ہی لیٹ گئی۔ ازمیر حیدر کے رویے کو جھیلنے کی وہ عادی ہو چکی تھی، سو اس کی اتنی زہر میں بجھی باتیں سن کر بھی اس نے صبح روٹین کے مطابق کام کا آغاز کیا تھا، صبح خلاف معمول جب ازمیر دس بجے اُٹھ کر آیا اور ناشتے کے لیے رحیم بھائی کو پکارا تو اسے یاد آیا تھا کہ آج سنڈے ہے، اور اس سنڈے اس نے پھپھو سے ملنے جانا ہے، اس نے فوراً سے پہلے ناشتہ تیار کر کے رحیم بھائی کو دیا تھا، اور خود کچن میں برتن سمیٹنے لگی۔

"سحاب بیٹا! ازمیر بیٹے کا کہنا ہے کہ لسٹ بنا دیں سامان کی، کچن میں جس چیز کی بھی ضرورت ہو، اور ہاں اس بار سامان کی کوانٹٹی ڈبل لکھیے گا"۔

"کیوں رحیم بھائی؟"

"بھیا کا آرڈر ہے؟" انہوں نے مسکرا کے کہا، ظاہر ہے ازمیر کے سامنے جواب سوال صرف زہرہ آنٹی ہی کر سکتی تھیں، اس نے کچن سمیٹا، پھر لسٹ بنانے بیٹھ گئی اور دس منٹ بعد وہ لسٹ اس کے سامنے رکھ رہی تھی۔

"سامان زیادہ لکھنا"۔

"جی لکھ دیا ہے"۔ وہ اسی کے انداز میں مختصر جواب دے کر آنٹی کے پاس آ گئی، یہ ٹائم ان کی ایکسرسائز کا ہوتا تھا، ان کا ہاتھ بہت بہتر تھا، بے شک سحاب کی محنت تھی مگر ان کی ول پاور نہ ہوتی تو شاید اس کی محنت بھی رنگ نہ لاتی، مستقل آدھے گھنٹے ان کو تھراپی وغیرہ کے بعد اس نے ریسٹ کے لیے بیڈ پر لٹا دیا تھا۔

"آپ کے لیے جوس لاتی ہوں"۔

"سحاب! ابھی کچھ دیر رہنے دو، میرے پاس بیٹھو"۔ ان کے کہنے پر وہ ان کے پاس آ گئی، دو تین دن سے سحاب کی خاموشی وہ نوٹ کر رہی تھیں۔

"مجھے لگتا ہے تم پھپھو کو مس کر رہی ہو؟"

"نہیں مجھے اپنا گھر یاد آ رہا ہے، جو میرے ابو نے بہت محنت اور محبت سے بنایا تھا مگر آج وہ ویران پڑا ہے"۔

"سحاب! تم اپنی پھپھو سے کہو ناں کہ وہ اس گھر میں شفٹ ہو جائیں، کرائے کے مکان سے تو اچھا ہے ناں، پھر تمہارا گھر بند بھی نہیں ہوگا اور تم جب پھپھو سے ملنے اس گھر میں جاؤ گی تو تمہیں اچھا لگے گا"۔

"جی آنٹی! مگر پھپھو اپنے شوہر کی لالچی فطرت کی وجہ سے وہاں شفٹ نہیں ہوتیں، ان کے بقول وہ امانت ہے میری، کہیں ان کے شوہر کی نیت خراب ہو گئی تو وہ اپنے مرحوم بھائی کو کیا جواب دیں گی؟" اس نے پھپھو کا فلسفہ بیان کیا، آنٹی ہنس دیں۔

"ہاں ان کے شوہر ہیں تو لالچی سے"۔

"بٹ آنٹی! مجھے کرنا کیا ہے اس گھر کا؟ پھپھو میرے ساتھ رہیں گی تو گھر آباد تو رہے گا اور پھر وہ گھر ان کا بھی تو ہے، آخر ان کے بھائی کے گھر پر ان کا حق بنتا ہے ناں؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM
paksociety.com

عابدہ سبین

آخری قسط۔

مکمل ناول

# تمہارے بن نہیں رہنا

"تمہاری سوچ بہت اچھی ہے سحاب! ایسے لوگ اب دنیا میں کم ہی ملتے ہیں، یہاں تو گھر، جائیداد کے پیچھے قتل ہو جاتے ہیں اور تم خود اپنا گھر دینے کو تیار ہو"۔

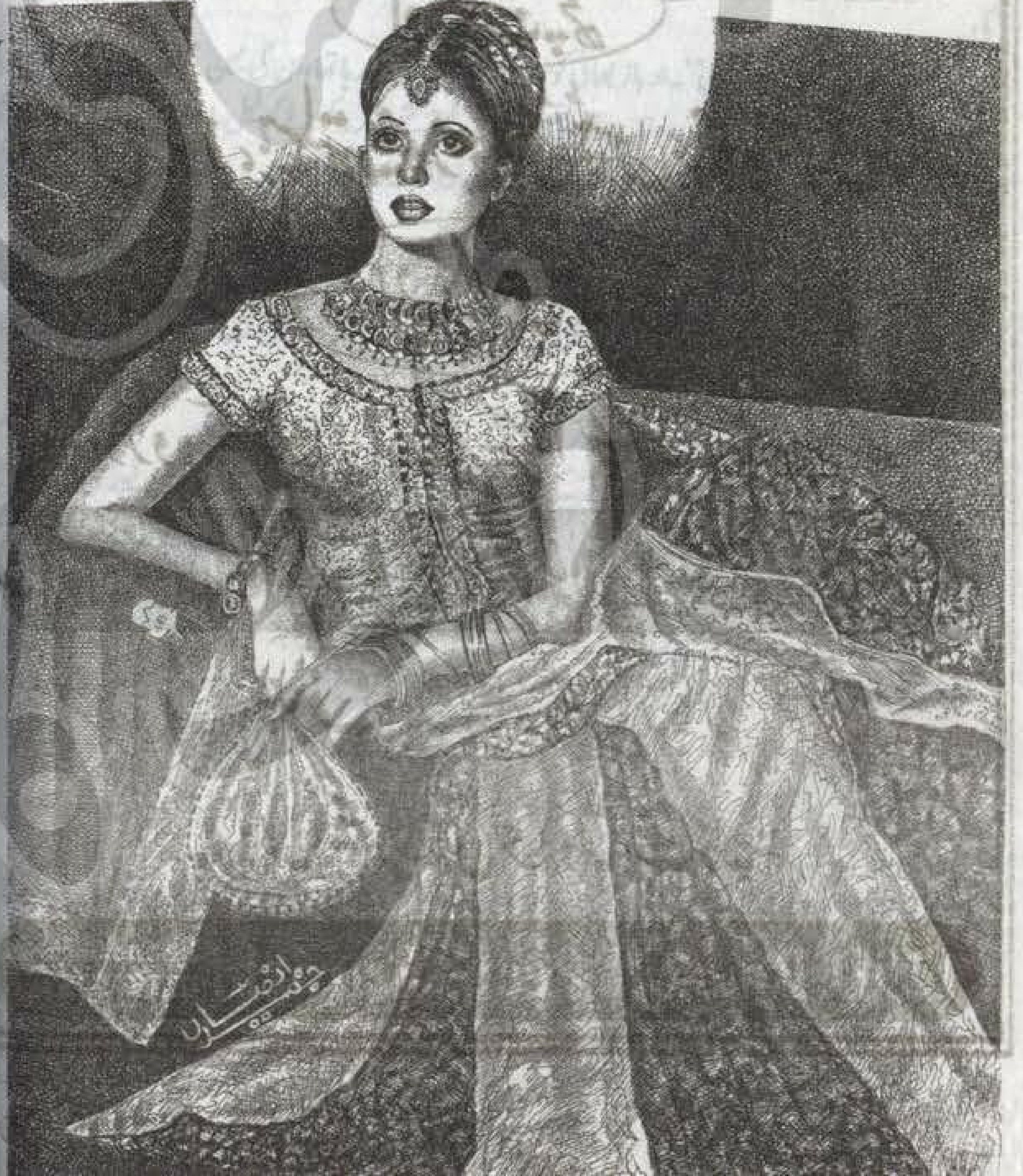

"گھر تو وہی ہوتا ہے ناں آنٹی! جو انسانوں سے آباد ہو، ویران مکان کو ہم گھر نہیں کہہ سکتے"۔

"تم نے اپنے گھر جانا ہے تو تیاری کرلو، شام میں مجھے ارجنٹ جانا ہے"۔ وہ اکھڑا اکھڑا سا جانے کب کمرے میں آیا ہوگا، اپنے مخصوص لہجے میں بولا تھا۔

"مجھے نہیں جانا"۔ اس نے صاف منع کر دیا۔ آنٹی کے ساتھ وہ بھی حیران رہ گیا، جس اتوار کو اسے جانا ہوتا تھا وہ صبح سے گھڑی دیکھتے دیکھتے ٹائم گزارتی تھی اور آج.....!

"کچھ دیر کے لیے ہو آؤ، دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا"۔ آنٹی نے اس کے چہرے پر پھیلنے والے پانی کے قطرے صاف کیے، وہ خاموشی سے مان گئی اور آدھے گھنٹے بعد ہی وہ ازمیر حیدر کے ہمراہ پھپھو کے گھر روانہ تھی، حسب معمول پھپھو اسے دیکھ کر بہت خوش ہو گئی تھیں۔

"پھپھو! آپ کہیں جا رہی تھیں؟" انہیں چادر میں دیکھ کر اس نے پوچھا تھا۔

"ہاں بچے! راشن وغیرہ لینے جا رہی تھی، خیر! بعد میں لے آؤں گی"۔ انہوں نے پیار سے بھتیجی کا چہرہ چھوا، آنٹی

کی طبیعت پوچھی، ازمیر کو چائے ناشتہ وغیرہ پیش کیا، تقریباً گھنٹہ بیٹھی ہوگی وہ، پھر چلنے کو اٹھ گئی، کیونکہ آنٹی کے لنچ کا ٹائم ہو رہا تھا، جاتے وقت اس نے پھپھو کے ہاتھ میں سفید لفافہ تھمایا تھا، جسے تھوڑی ہچکچاہٹ کے بعد انہوں نے لے لیا تھا، ازمیر حیران رہ گیا، پرسوں ہی اس نے سحاب کو پے دی تھی اور اس نے بالکل اسی طرح بند لفافہ لا کر اپنی پھپھو کو دے دیا تھا۔

''کیوں کرتی ہو تم ان کے لیے یہ سب، بہت قدر کرتے ہیں وہ تمہاری؟'' بات حیران کن تھی مگر گاڑی اسٹارٹ کرتے ہی اس کے منہ سے نکلے یہ الفاظ سحاب کو مسکرانے پر مجبور کر گئے۔

''وہ میرا نصیب ہے، مگر وہ ہیں تو میرے اپنے، ان کے لیے کچھ کرتی ہوں تو خوشی ہوتی ہے''۔ جواباً اس نے مخصوص انداز میں گھورا تھا اور گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی۔ رمضان شریف کا چاند نظر آتے ہی گھر کا ماحول بدل گیا، گھر میں روزہ صرف ازمیر کا یا اس کا ہوتا تھا، آنٹی کی میڈیسن ضروری تھیں اور رحیم بھائی شوگر کے مریض تھے، اکثر بیمار رہتے تھے، روزہ ہونے کے باوجود وہ اپنے تمام کام روٹین کے مطابق کرتی تھی، بلکہ اب شام میں کچن میں اضافی دو گھنٹے مست تھے اس کے کہ صبح میں رحیم بھائی ازمیر حیدر کی روز کی نئی فرمائشی لسٹ اسے تھما دیتے تھے۔

''او گاڈ! کس قدر چٹورا ہے یہ شخص، اتنی چٹ پٹی چیزیں تو لڑکیاں بھی نہیں کھاتیں''۔ عصر کی نماز ادا کر کے وہ کچن میں جاتی تھی اور افطاری سے بیس منٹ پہلے وہ کچن سے نکلتی تھی، خود افطاری وہ کچن میں اکیلے کرتی تھی، اور آج شاید گرمی زیادہ تھی کہ اس کے سر میں شدید درد تھا، وہ سوائے کھجور اور پانی کے کچھ بھی نہ کھا سکی اور نماز پڑھتے ہی لیٹ گئی۔

''تم ٹھیک ہو سحاب؟'' خلافِ معمول اسے بیڈ پر لیٹے دیکھ کر وہ فکر مند ہوئیں۔

''ہاں بس سر میں درد ہے''۔

''کوئی ٹیبلٹ وغیرہ لے لو بچے!''

''جی اچھا''۔ وہ کچھ دیر خاموشی سے لیٹی رہی مگر باہر سے جب ازمیر کے تیز لہجے میں بولنے کی آواز آئی تو اُٹھ بیٹھی، اور سر پیٹ لیا، ازمیر نماز کے بعد کھانا کھاتا تھا، صبح ہی رحیم بھائی نے اسے کہا بھی تھا کہ بھیا نے کوفتے بنانے کا کہا ہے، مگر وہ بھول گئی، سر میں درد ہی اتنا تھا، وہ فٹافٹ اُٹھی اور کچن میں بھاگی۔

''آئی ایم سوری، میں ابھی تیار کر دیتی ہوں، مجھے یاد نہیں رہا''۔

''میڈم! آپ کو پے یہ کام کرنے کی ہی ملتی ہے، آرام کرنے کی نہیں''۔ اس کا غصہ عروج پر تھا، ایک تو سر درد اوپر سے اس کی پھٹکار، سحاب کا دل بھر آیا۔

''ریئلی سوری!''

''بھیا! سحاب بٹی کی طبیعت اچھی نہیں تھی، اس لیے شاید وہ بنا نہ سکیں''۔

''رحیم بھائی! میں آپ کو اس کی فیور کے لیے تنخواہ نہیں دیتا، آپ اپنے کام سے کام رکھیں''۔ وہ انہیں بھی سناتا مما کے کمرے کی طرف بڑھ گیا، مما جانتی تھیں یہ اس کی شروع کی عادت تھی کہ کھانے میں دس منٹ بھی دیر ہو جائے وہ یوں ہی شروع ہو جاتا تھا۔

''ازمیر! اپنا لہجہ نرم کرلو، ٹھیک ہے تم انہیں رقم دیتے ہو ہماری خدمت کی، مگر مت بھولو کہ سحاب یہاں تک کے لیے نہیں آئی تھی۔ اگر اس نے یہ کام اپنے ذمہ لیا ہے تو تم یوں تو بے ہیومت کرو''۔

''یُو نو مما! کہ مجھ سے بھوک نہیں سہی جاتی''۔



''مگر تم نے افطاری میں کچھ تو کھایا ہوگا؟''

''آپ اچھی طرح جانتی ہیں ناں، جس دن کوفتے بنے ہوں میں کوئی اور چیز نہیں کھاتا، میں نے صرف جوس لیا تھا، افطاری میں اور ویسے بھی آپ کی چہیتی نے آج پکوڑوں میں نمک بھی زہر سے زیادہ تیز کیا ہوا تھا، حلق سے اترے کب؟''

''ہو جاتا ہے کبھی کبھی، اس کے سر میں درد ہے، تم بھی احساس کر سکتے ہو اس تکلیف کا، کیونکہ تم سے تو سر درد برداشت بھی نہیں ہوتا ناں؟'' خالی پیٹ اسے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا، جب سحاب نے کھانا تیار کیا وہ بھوک سے نڈھال ہو چکا تھا، مگر سالن اتنا ٹیسٹی تھا کہ وہ ساری جھنجھلاہٹ بھول گیا اور مزے سے کھانا کھایا۔

☆..............☆..............☆

پندرہ روزے گزر چکے تھے، مگر مجال ہے جو گرمی میں ذرا بھی کمی واقع ہوئی ہو، سحاب حقیقتاً شام تک نڈھال ہو جاتی تھی، آنٹی کو احساس تھا کہ گرمی کے روزے اور اوپر سے اتنا کام، مگر اس کی خندہ پیشانی تھی کہ کبھی بھی اُکتاہٹ و بیزاری تک محسوس نہ ہونے دیتی، ان کے ساتھ ساتھ ازمیر کو بھی ہر کام، ہر چیز وقت پر چاہیے ہوتی تھی، رحیم بھائی تو بیمار تھے سو اس گھر کے نوے فیصد کاموں کی ذمہ داری اس پر آن پڑی تھی، لیکن اسے پھپھو بہت یاد آ رہی تھیں، کل اس نے انہیں فون کیا تو پتہ چلا کہ وہ بیمار ہیں، ظاہر ہے کہ پھر گھر میں کتنی تنگی ہو رہی ہوگی، پھپھو کی محنت پر تو گھر چلتا تھا، اور آج صبح جب ازمیر نے اسے سفید لفافہ تھمایا تو اسے بہت حیرت ہوئی، ابھی تو دس دن باقی تھے، اس نے ازمیر کو دیکھا تو اُلجھن چہرے سے ظاہر تھی۔

''مما نے عید کی تیاری کے لیے دیئے ہیں، تمہیں جو خریدنا ہو لے آنا''۔

''مگر مجھے خر.....''

''جو کہنا ہو مما سے کہنا''۔ اس نے لفافہ اس کے ہاتھ میں تھمایا اور تیز قدموں سے چلا گیا، اس کی عید کی تیاری سے زیادہ اہم پھپھو تھیں، اس کے پاس تو پھر بھی کچھ پیسے تھے کہ وہ ہر پے سے اپنی ضرورت کے لیے رقم نکال کر باقی پھپھو کو دے آتی تھی، وہ تیزی سے ازمیر کی طرف بھاگی تھی، کہیں وہ چلا نہ جائے، شکر تھا کہ وہ ابھی تک تھا، اسے یوں تیزی سے اپنی اور آتے دیکھ کر وہ ٹھٹھک کر رُکا تھا۔

''وہ.....آپ مجھے پھپھو کی طرف چھوڑ دیں گے؟''

''ملازم ہوں تمہارا میں، کہ اپنا آفس چھوڑ کر تمہیں سیر کراتا پھروں؟'' اس سے زیادہ اچھے لہجے کی اُمید رکھنا بھی بے سود تھا، وہ مایوسی سے پلٹ گئی۔

''آ جاؤ، چھوڑ دوں گا''۔ شاید ابھی تک اس کا دل مکمل طور پر پتھر نہیں بنا تھا، اب اگر وہ منع کرتی تو ازمیر نے اسے ذلیل کر دینا تھا، سو وہ اپنی عافیت اسی میں جان کر فوراً گاڑی میں بیٹھ گئی۔

''صبح صبح کون سی آفت آ گئی تھی پھپھو سے ملنے کی؟''

''وہ بیمار ہیں''۔ مختصر سا جواب دے کر چپ ہو گئی، تمام سفر خاموشی سے کٹا تھا، مگر جب پھپھو کے گھر پہنچے تو وہ بولا۔

''صرف دس منٹ ہیں تمہارے پاس، کیونکہ مجھے دس بجے میٹنگ میں جانا ہے، تمہیں گھر چھوڑ کر''۔ وہ فرمانبرداری سے اندر آ گئی، پھپھو واقعی کافی نڈھال لگ رہی تھیں، مگر وہ تو جاب کے لیے تیار بیٹھی تھیں۔

''آپ کی طبیعت خراب ہے، آج نہ جائیں چھٹی کر لیں''۔

''گھر کیسے چلے گا سحاب! مہینہ یوں ختم ہو جاتا ہے جیسے ہفتہ گزر رہا ہو، کرائے کے لیے مالک مکان دروازہ پیٹنے لگتا

ہے"۔

"کتنی بار کہا ہے آپ کو، دفعہ کریں اس مکان کو، آپ ابو کے گھر میں شفٹ ہو جائیں، یہ کرائے کے عذاب سے تو جان بچے گی آپ کی، مگر آپ نہیں مانتیں، پھپھو! پلیز مجھے اس گھر سے وابستگی ہے، میں اسے پُر رونق اور آباد دیکھ کر زیادہ خوش رہوں گی"۔

"سحاب! تجھے پتہ ہے ناں کہ تیرے پھپھا پہلے ہی اس مکان پر نظریں لگائے بیٹھے ہیں"۔

"جتنا میرا حق ہے اس گھر پر اتنا ہی آپ کا ہے، پلیز پھپھو! کیوں ضد پر اڑی ہیں، مجھ سے آپ کی یہ تکلیف نہیں دیکھی جاتی، اتنی بیماری میں آپ کی نوکری کرنا مجبوری ہے، اچھا یہ لیں کچھ پیسے ہیں"۔ اس نے ازمیر کی دی رقم ان کے ہاتھ پر رکھی تو کچھ فاصلے پر بیٹھا ازمیر غصے سے دانت کچکچا کر رہ گیا، وہ جب بھی اسے پیسے دیتا سارے لا کر وہ پھپھو کو تھما دیتی تھی، واپسی پر وہ اس کی کلاس لے رہا تھا۔

"میری ضرورت ہی کیا ہے، تین وقت روٹی وہ آپ کی مہربانی سے مجھے مل جاتی ہے، مگر پھپھو کو اس تین وقت کی روٹی کے لیے کتنی تکلیف سے گزرنا پڑتا ہے وہ آپ نہیں سمجھ سکتے"۔

"وہ رقم تمہیں تمہاری محنت کے بدلے ملتی ہے اور تم....."

"مجھے جس چیز سے اطمینان اور خوشی ملتی ہے میں وہی کرتی ہوں"۔

"کبھی کبھی مجھے لگتا ہے تم اسی مشن پر میری مما کو اپنی محبت کے جال میں پھنسا رہی ہو کہ ڈھیرے ڈھیرے اپنی پھپھو کی....."

"میں اپنی محنت سے کمائی رقم انہیں دیتی ہوں، آپ سے مانگ کر نہیں دیتی"۔ پہلی بار ازمیر کے سامنے اس کا لہجہ قدرے سخت ہوا تھا، اس کے بعد ازمیر تلخ باتیں سناتا رہا مگر اس نے خاموشی نہیں توڑی تھی، رات میں عشاء کی نماز کے بعد وہ مما کو سحاب کی باتیں بتا رہا تھا۔

"میں اسے عید کے لیے خود کپڑے وغیرہ دلوا دوں گی"۔

"وہ جانتی تھی کہ آپ اس کی ضرورت پوری کر دیں گی تبھی وہ تمام پیسے ہر ماہ جا کر اپنی پھپھو کے ہاتھ پر رکھ آتی ہے، اب پتہ چلا آپ کو کہ کیوں بھیجا ہے انہوں نے سحاب کو یہاں؟"

"وہ بہت خوددار بچی ہے، اتنے ماہ ہو گئے، آج تک کبھی اس نے اپنی اتنی سی ضرورت کا اظہار نہیں کیا مجھ سے، تم اسے پے دیتے ہو اس کی محنت کے بدلے، اگر وہ اپنی خوشی سے وہ رقم اپنی پھپھو کو دیتی ہے تو تمہیں کیا اعتراض ہے؟ اسے تمہاری دولت کا لالچ نہیں ہے ازمیر!"

"آپ اب تک اس کی پلاننگ نہیں سمجھ رہیں"۔

"سب سمجھتی ہوں میں، اگر وہ لالچی ہوتی یا محض ہماری دولت کی وجہ سے اس گھر میں ہوتی تو وہ کبھی اس گھر کو اپنا سمجھ کر تمام ذمہ داریاں نہ اُٹھاتی، کیونکہ وہ اس گھر میں صرف میرے لیے آئی تھی، تمہارے لیے یا اس گھر کے باقی کاموں کے لیے نہیں"۔

"مجھے اپنے کسی کام کے لیے اس کی قطعی ہیلپ کی ضرورت نہیں ہے، میں خود کر سکتا ہوں"۔

"ضرور..... تبھی تو اگر تمہاری افطاری میں تمہاری فرمائشی لسٹ میں ایک چیز کی بھی کمی رہ جائے تو تم اس پر چلاتے ہو"۔

"ہاں کیوں کہ کوکنگ وہ کرتی ہے"۔



"کیا تم اسے یہ کہہ کر اس گھر میں لائے تھے کہ کچن کا کام بھی اس کی ڈیوٹی میں شامل ہے؟"

"آپ مجھ سے کیوں اس کے لیے بحث کر رہی ہیں؟"

"کیونکہ وہ مجھے تمہاری طرح عزیز ہے"۔

"مما! میں آپ کا بیٹا ہوں، اور وہ آپ کی کچھ نہیں لگتی"۔

"وہ میری بہت کچھ لگتی ہے"۔ مما کے لہجے میں خفگی اُتر آئی۔

"یوں اب میں خود چاہتی ہوں کہ وہ یہاں سے چلی جائے"۔

"واٹ؟ اور آپ..... کتنا بہتر ہو گئی ہیں اس کے آنے سے، مما! کوئی اور اس طرح آپ کی کیئر نہیں کر سکتا، جیسے وہ کرتی ہے"۔ وہ انجانے میں سہی مگر اعتراف کر گیا تھا اس کی نیک نیتی کا۔

"ہاں مگر مت بھولو کہ اس نے اپنی عمر بھر گنوانے کا ٹھیکہ نہیں لے لیا، اصل میں مجھے تم سے بات کرنی ہے، مسز وسیم آئیں تھیں، انہیں سحاب اتنی پسند آئی کہ وہ اپنے بیٹے کے لیے اس کا پرپوزل لے کر آئی تھیں"۔

"مما! یہ ہمارا ہیڈک نہیں ہے، اس کی شادی کرنا، ہم نے اسے صرف ایز اے سرونٹ رکھا ہے، شادی کی فکر اس کی پھپھو کریں، جو ہر ماہ صرف پیسے لینے کے لیے اسے یاد کرتی ہیں"۔

"جن کا اپنا گھر اس لڑکی کی محنت پر چلتا ہو وہ کبھی اس کی شادی کا نہیں سوچیں گی، اگر پھپھو نے سوچ بھی لیا تو اس کا لالچی شوہر کبھی نہیں مانے گا"۔

"مما! یہ مسئلہ ہم کیوں ڈسکس کریں؟ میرے لیے اس بات کو ایشو بنانا غیر اہم ہے"۔

"مگر میرے لیے بہت اہم ہے اور میں چاہتی ہوں کہ سحاب کی شادی ہو جائے، میرے دل میں اس کے لیے وہی فیلنگز ہیں جو تمہارے لیے ہیں"۔

"بٹ مما! میرے لیے ہر ایشو سے اہم آپ کی ذات ہے، جب تک آپ مکمل طرح ٹھیک نہیں ہوتیں وہ لڑکی یہاں سے کہیں نہیں جائے گی، آپ کے اچھے ہونے کے بعد میرے لیے اس کی ذات قطعی غیر اہم ہے"۔

"میرا بیٹا اس قدر سیلفش کیسے ہو سکتا ہے؟ مجھے یقین نہیں آتا، تم وہی ازمیر ہو، جو ایک راہ چلتے انسان کے دکھ کو بھی اپنا محسوس کرتا تھا، اور سحاب کے لیے تم اتنے سیلفش..... اگر ہم اتنے عرصے کسی جانور کو بھی اپنے ساتھ رکھیں ناں تو ہمارے اندر اس کے لیے بھی ہمدردی و محبت جنم لے لیتی ہے اور تم..... دن رات وہ تمہارے سامنے ہے، کیا اتنا عرصہ کافی نہیں ہے کسی کو جاننے کے لیے؟"

"مجھے اس کو جاننے میں قطعی دلچسپی نہیں ہے، وہ آپ کی ضرورت ہے، اس لیے میں اسے یہاں برداشت کرتا ہوں، اینڈ لِسن"۔ وہ سخت خراب موڈ لیے باہر نکلا تھا، باہر اسے سحاب مل گئی جو مما کے لیے دودھ کا گلاس لے کر آ رہی تھی۔

"مائنڈ اِٹ سحاب بی بی! میں تمہیں یہاں اپنی مما کی کیئر کے لیے لایا تھا، تمہارا رشتہ کرانے نہیں، جس کام کے لیے یہاں ہو صرف اس پر توجہ دو، امیر لڑکے پھنسانے کا کام تم اپنے گھر لوٹ جانے کے بعد بھی کر سکتی ہو"۔ سحاب اس کی ہر بات برداشت کرتی تھی، اس کا مزاج سمجھ کر، اس کے دل پر لگی چوٹ کو جان کر، مگر وہ اس حد تک اس کی تذلیل کرے گا یہ نہیں سوچا تھا اس نے۔

"میں یہاں آپ کی سرونٹ ہوں مسٹر ازمیر حیدر! مجھے اس بات سے کبھی انکار نہیں رہا، مگر میرے کردار پر اُنگلی اُٹھانے کا حق نہیں دیا میں نے آپ کو"۔

''جسٹ شٹ اپ! اچھی طرح سمجھتا ہوں میں تم جیسی لڑکیوں کو، اپنی یتیمی کا رونا رو کر تم کس طرح دوسروں کو پھنساتی ہو، تم نے کوششیں کر ڈالیں، مجھ پر بس نہ چلا تو تم نے فیضی پر تیر چلا لیے، اپنا اُلو سیدھا کرنے کے لیے؟'' اس نے سحاب کی ذات کے پرخچے ہی اُڑا دیئے تھے۔ سحاب سے مزید وہاں رُکنا مشکل ہو گیا تھا، وہ آنٹی کے لیے اس کے ہر رویے کو برداشت کرتی رہی مگر کب تک؟ اسے نہ دولت کا لالچ تھا، نہ محبت کا، دولت انسان کی ضرورت ہو سکتی ہے اور بس وہ ضرورت کے لیے ہی پیسے کو اہم سمجھتی تھی، دولت کبھی بھی اس کے لیے سب کچھ نہیں رہی تھی، اس لیے تو اس کی ہر طنزیہ بات سہتی رہی، جب اس کے نزدیک یہ چیز اتنی اہم تھی ہی نہیں پھر بُرا کیا ماننا، مگر وہ ان روپوں پیسوں کے لیے اپنی ذات پر انگلی نہیں سہہ سکتی تھی، آنٹی پر اس نے کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا تھا، ان کو دودھ پلا کر، میڈیسن دے کر معمول کے مطابق اس نے تمام کام کیے تھے، سحری بھی بنائی تھی، مگر سورج کے نکلتے ہی وہ خود بھی اس گھر سے نکل گئی تھی، اسے دکھ تھا کہ وہ آنٹی کو بتا کر بھی نہ آئی تھی۔ وہ سیدھا اپنے گھر آ گئی تھی، جو اس وقت اُجاڑ کسی کھنڈر کی صورت بکھرا پڑا تھا اس کی ذات کی طرح، روزہ ہونے کے باوجود اس نے صفائی کی ٹھانی اور دوپہر ہو گئی اسے گھر کو صحیح روپ میں لاتے لاتے، ظاہر ہے ان کا گھر دو کمروں پر مشتمل تین مرلے کا چھوٹا سا گھر تھا، بھی یہ گھر اسے محلوں سے زیادہ عزیز تھا، کیونکہ ابو نے جس محنت اور محبت سے بنایا تھا، اسے وہ عزیز تھی، گھر کھلا دیکھ کر اس کے پڑوس کی خالہ وحیدہ بھی آ گئیں۔

''سحاب! تم واپس آ گئیں؟''

''ہاں خالہ! کب تک کسی پر بوجھ بنتی؟ جب زندگی گزارنی ہی اکیلے ہے تو پھر آج سے ہی سہی''۔

''تمہارا روزہ ہے بچے؟'' اس کی تھکن اور گرمی سے ہوتے بُرے حال کے پیشِ نظر پوچھا تھا انہوں نے، اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اچھا افطاری تم ہمارے ساتھ کرنا آج''۔

''جی اچھا!'' وہ ان کی محبت کو دیکھتے ہوئے مان گئی۔

☆..............☆..............☆

صبح جب وہ سو کر اُٹھیں انہیں لگا سحاب کچن میں ہو گی، مگر جب دس بج گئے تو انہیں لگا شاید ان کے سوتے میں وہ پھپھو سے ملنے گئی ہو، اس کی پھپھو کی طبیعت جو خراب تھی، سارا دن گزر گیا تو ان کی فکر بھی بڑھ گئی اور ازمیر کو شاک جب لگا، جب افطاری پر ٹیبل پر اس کی فرمائشی کوئی چیز نہ تھی، فروٹ چاٹ، پکوڑے اور جوس کے علاوہ، وہ چیخ اُٹھا۔

''رحیم بھائی! میں صبح آپ کو کیا کہہ گیا تھا؟''

''بھیا! مجھے جو بتانا آتا تھا میں نے بتا دیا، سحاب بٹی صبح سے گھر نہیں ہے''۔

''کیا....؟'' وہ یکدم اُچھل کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

''سحاب گھر نہیں ہے، تو کہاں ہے؟''

''پتہ نہیں''۔ ازمیر افطاری بھول کر مما کے روم میں آیا تھا۔

''مما! سحاب کہاں ہے؟''

''یہ سوال تو مجھے تم سے کرنا چاہیئے''۔

''مجھے کیا علم وہ کہاں ہے؟''

''مگر یہ ضرور پتہ ہے کہ وہ کیوں گئی ہے؟'' مما کا لہجہ کھردرا اور الفاظ چبھتے ہوئے تھے، وہ ہڑبڑا گیا۔



''مجھے نہیں پتہ کہ وہ کیوں گئی اور کہاں گئی؟''

''تم نے کل رات اسے کیا کہا تھا ازمیر! یقیناً ایسی کوئی بات کہی ہے تم نے جو وہ سہہ نہ سکی''۔

''میں نے ایسا کچھ نہیں کہا تھا اُسے کہ وہ یہ ڈرامہ کرے، اس قدر غیر ذمہ دار لڑکی، بنا بتائے کیسے جا سکتی ہے؟''

''تم جا کے روزہ افطار کرو''۔ مما کو اس وقت اس کے ساتھ بحث کرنا مناسب نہ لگا، وہ بھی خاموشی سے چلا گیا، مگر عشاء کی نماز کے بعد وہ اور مما پھر سے اس بحث کو لے کر بیٹھے تھے۔

''اندازہ ہوا آپ کو اس سے؟ وہ کتنی سیلفش تھی؟''

''اور تم.... تمہیں اس بات پر غصہ ہے کہ وہ اپنا کام ادھورا چھوڑ کر بنا بتائے چلی گئی، اس بات کی فکر نہیں ہے کہ وہ کہاں گئی ہے؟''

''آف کورس وہ اپنی پھپھو کے گھر ہو گی''۔

''نہیں گئی ہے وہ وہاں''۔ ان کے ٹھہرے لہجے میں عجیب سا سرد پن اُتر آیا۔

''آپ نے....''

''میں نے فون کیا تھا، مگر انہیں یہ نہیں بتایا کہ سحاب یہاں بھی نہیں ہے، مگر انہوں نے فون اُٹھاتے ہی پہلا نام اس کا لیا کہ سحاب تم ٹھیک ہو، مجھے بہانہ بنانا پڑا کہ میں نے تو آپ کی طبیعت پوچھنے کو کال کی ہے، سحاب سو رہی ہے''۔

''پھر کہاں ہے وہ؟'' ازمیر کتنا بھی سخت دل سہی، غصے اور تنفر میں اس نے جانے اسے رات کیا کہا، مگر اسے فکر ہوئی تھی کہ وہ تنہا لڑکی تھی، بہت زیادہ بہادر بھی نہیں تھی۔

''تم نے میرا دل دکھایا ہے ازمیر! بہت گہرا صدمہ دیا ہے مجھے''۔ مما کا لہجہ بھیگ گیا اور وہ بُری طرح رو دیں، اسے اندازہ ہی نہیں ہو سکا کہ مما سحاب سے اس قدر محبت کرنے لگی ہیں، اتنی اٹیچ ہو گئی ہیں اس سے کہ اس کے لیے یوں روئیں گی، وہ تو محض ضرورتاً اسے اس گھر میں برداشت کر رہا تھا، مگر اب لگا کہ وہ اس گھر کی ضرورت نہیں گھر کا حصہ بن چکی تھی۔

''آئی ایم سوری مما! میں سمجھ ہی نہ سکا کہ آپ اسے اتنا چاہتی ہیں''۔ مما کی وجہ سے ہی وہ اسے لایا تھا، اب خود ہی ان کے دکھ کا سبب بن گیا۔

''میں اسے ڈھونڈ کر لاؤں گا مما! آپ کے پاس''۔

''میں جانتی ہوں وہ کہاں ہو گی، لیکن مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ وہ اب نہیں آئے گی، تمہاری باتوں نے اس کی خودداری اور انا کو ٹھیس پہنچائی تھی، اس کے پاکیزہ کردار کو الزام دیا ہے تم نے، وہ نہیں آئے گی، اور اچھا ہے نہ آئے، کتنے دعوے سے لائی تھی میں اسے کہ اس کا خیال رکھوں گی، حفاظت کروں گی، کیا فرق رہا اس کی نظر میں، ہمارے اور اس کی پھپھو کے گھر میں، وہاں اس کی پھپھو کا شوہر اس معصوم کا دل چھلنی کرتا تھا اور یہاں میرا اپنا بیٹا، اسے بات بے بات ضرب لگاتا رہا، ازمیر! تم نے کبھی سوچا کہ وہ کیوں تمہاری ہر تلخی خاموشی سے سہہ لیتی ہے، کیوں کسی بھی بات کا بُرا نہیں مناتی تھی، ہر طعنہ، ہر طنز نظر انداز کرتی تھی، مجرم نہ ہوتے بے قصور ہوتے ہوئے وہ کبھی تمہارے سامنے کھڑے ہو کر نہ پوچھ پائی کہ کیوں تم اسے اس قدر نفرت سے دیکھتے ہو، کیوں اسے بُرا سمجھتے ہو؟ میں بتاتی ہوں تمہیں کہ وہ کیوں چُپ تھی، اس لیے ازمیر! کہ وہ تمہارے اندر کی توڑ پھوڑ سے واقف تھی، تمہارے دکھ کو سمجھتی تھی اور اس کے دل میں تمہارے ساتھ ہونے والے حادثے کو لے کر بہت ہمدردی تھی، وہ تمہارے دکھ میں شامل تھی، احساس تھا اسے کہ تم کیوں اس طرح بی ہیو کرتے ہو، ارے! اگر وہ چاہتی تو تمہارے سامنے کھڑے ہو کر پوچھ سکتی تھی تانیہ نے جو کیا، اس

کی سزا تم اسے کیوں دے رہے ہو، وہ تانیہ نہیں تھی ازمیر! اگر تم نے تانیہ کے کیے ہر فعل کا بدلہ اس معصوم سے لیا، ہر روز اپنے لفظوں کے سخت تیر چلا کر اسے زخمی کرتے رہے اور وہ سہتی رہی، مگر کب تک؟ وہ انسان تھی، بے زبان جانور نہیں، اور پھر بھی اس کی اعلیٰ ظرفی دیکھو کہ وہ بنا کسی شکایت کے کچھ کہے بنا چلی گئی، حالانکہ وہ چاہتی تو تمہارے بدصورت رویے کا جواب تمہارے منہ پر مار کر جاسکتی تھی، یہ اس کی اعلیٰ تربیت تھی ازمیر! جس نے اسے ایسا کرنے نہیں دیا، خدا کے لیے اپنے دل، دماغ سے تانیہ کو نکال دو، بھول جاؤ اس منحوس عورت کو، جس نے ہم سے ہماری ہر خوشی چھین لی، ہمارے گھر کا سکون چھین لیا، ہر لڑکی میں تانیہ نظر آتی ہے تمہیں، مگر ازمیر! ابھی دنیا میں سحاب جیسی لڑکیاں بھی ہیں، اپنی آنکھوں سے نفرت کی یہ پٹی اُتار کر دیکھو، پلیز ازمیر! تمہاری یہ نفرت تمہارا کہیں بہت بڑا نقصان نہ کردے۔" وہ مما کو ایک لفظ بھی جواب میں نہ کہہ سکا تھا، مگر سحاب کو اس نے ہر حال میں تلاش کرنا تھا، وہ کیسے اتنی خودسر ہوسکتی تھی کہ اسے بتائے بنا ہی چلی گئی؟ عید سے پہلے اسے گھر واپس لانے کی قسم کھائی اس نے کہ اپنی مما کی خوشی سے بڑھ کر اسے کچھ عزیز نہ تھا، خود اپنی ذات بھی نہیں، وہ اس کی پھپھو کے گھر گیا، انہیں ساری حقیقت بتائی تو وہ رونے لگیں۔

"پلیز روئیں مت، مجھے بتائیں وہ کہاں جاسکتی ہے؟ اس کا کوئی ٹھکانہ، کوئی اور رشتہ دار؟"

"وہ کہاں جاسکتی ہے بیٹا! سوائے اپنے گھر کے، وہیں گئی ہوگی، میرے پاس آتی تو پھر وہی کل، کل، اس لیے وہاں چلی گئی ہوگی۔"

"اپنے گھر، اس کا گھر کہاں ہے؟" اس نے بے تابی سے پوچھا تھا اور جیسے ہی اسے ایڈریس ملا وہ سیدھا سحاب کے گھر پہنچا تھا، بنا ناک کیے سیدھا اندر چلا گیا، وہ نماز پڑھ رہی تھی، ازمیر نے پہلی بار اس کی خوبصورتی اور معصومیت کا اعتراف دل میں کیا تھا، اس نے دعا ختم کرکے جائے نماز سمیٹی تو سیدھی نظر ازمیر پر ٹھہری تھی۔

"آپ..... یہاں؟" اس کے لہجے میں غصہ نہیں تھا صرف سنجیدگی تھی۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی مما کو اکیلے چھوڑ کر آنے کی؟ بغیر بتائے تم گھر چھوڑ کر آگئیں؟ مجھے بتایا تھا تم نے؟"

"مسٹر ازمیر حیدر! میں آپ کی جاگیر نہیں ہوں، محض ملازمت کرتی تھی آپ کے گھر، جس کے عوض تنخواہ لیتی تھی، جب مجھے لگا کہ اب مزید میں وہاں نہیں رہ سکتی تو آگئی۔"

"میں یہاں تمہاری تقریر سے متاثر ہونے نہیں آیا، تمہیں لینے آیا ہوں، ابھی اور اسی وقت تم میرے ساتھ چل رہی ہو بس۔" کیا اجارہ داری تھی اس کی، جب جی چاہا ذلیل کردیا اور جب جی چاہا..... کتنا عجیب شخص تھا یہ۔

"میں کہیں نہیں جارہی ہوں۔"

"تم سے پوچھ نہیں رہا ہوں میں، بتا رہا ہوں کہ گھر لاک کرواور چلو۔"

"میں کہہ چکی ناں کہ مجھے کہیں نہیں جانا۔" وہ بھی اڑگئی، ازمیر کا پارہ ہائی ہوگیا، اس نے سختی سے اس کی نرم کلائی مضبوط ہاتھ میں تھامی اور زبردستی اسے باہر گاڑی تک لے آیا۔

"بیٹھو شرافت سے۔"

"یہ کیا زبردستی ہے، جب میں نہیں جانا....."

"جسٹ شٹ اپ! تم جاؤ گی، میری مما کی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا، وہ تمہارے بنا نہیں رہ سکتیں، اور ان کے لیے تو مجھے ساری دنیا کو آگ بھی لگانی پڑ جائے تو لگا دوں گا، تم کیا چیز ہو، معمولی سی لڑکی، اب مزید تماشہ بنانے سے بہتر ہے خاموشی سے گاڑی میں بیٹھو، مجھے یہاں کے لوگوں کے فضول سوال نہیں سننے۔" سحاب کا دل بھر آیا، اس شخص نے کتنا گرا دیا تھا، کیا سمجھا تھا اسے، محض اپنے گھر اور ماں کی ضرورت، اس کی اپنی کوئی حیثیت نہ تھی، وہ بے جان تو



نہیں تھی، جیتی جاگتی انسان تھی۔

"ارے سحاب بچے! تم کہیں جارہی ہو؟" وحیدہ خالہ اس کے لیے شاید کچھ لے کر آئی تھیں، اسے یوں گاڑی کے قریب کھڑا پاکر فکرمندسی ہوگئیں۔

"یہ کون ہے؟" ان کا اشارہ اب ازمیر کی طرف تھا۔

"زہرہ آنٹی کے بیٹے ہیں، آنٹی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے خالہ! میں ان کو دیکھنے جارہی ہوں، آپ پلیز گھر کو تالا لگادیں، میں آپ سے چابی بعد میں لے لوں گی۔" یہاں مزید کھڑے ہوکر واقعی تماشہ بننا تھا، ازمیر حیدر نے کرنا تو وہی تھا جو اس نے سوچا تھا، سو وہ اپنی بے بسی پر روتی گاڑی میں بیٹھ گئی۔

"آپ فائدہ اُٹھا رہے ہیں میرے اکیلے ہونے کا، میرے سر پر کوئی سائباں نہیں ہے، بے آسرہ ہوں ناں اس لیے۔" وہ بُری طرح رو رہی تھی، مگر ازمیر نے اس کی فضول سی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا، وہ لب بھینچے تیزی سے گاڑی بھگا رہا تھا، گھر کے اندر داخل ہوتے ہی اس کے لب ہلے تھے۔

"مما کے سامنے جانے سے پہلے یہ چہرہ دھو لینا اور انہیں قطعی یہ پتہ نہ چلے کہ میں تمہیں تمہاری مرضی کے بنا لایا ہوں۔"

"میں آپ کے کسی بھی حکم کی پابند نہیں ہوں۔" جانے اس شخص کے لیے جو خوف تھا دل میں کہاں سو گیا تھا۔

"ہونا پڑے گا تمہیں میرے حکم کا پابند، کیونکہ یہ میرا گھر ہے اور تم جانتی ہو یہاں صرف میری چلتی ہے۔"

"میں نہیں رہنا چاہتی آپ کے اس گھر میں۔"

"تم یہیں رہو گی اور میں دیکھتا ہوں تم کیسے اس گھر سے قدم بھی باہر نکالتی ہو، مس سحاب ریاض! ٹانگیں توڑ ڈالوں گا تمہاری۔"

"کس حیثیت سے حکم دے رہے ہیں، ہم میں ایسا کوئی رشتہ نہیں کہ میں آپ کی ہر بات مانوں، میں اپنی مرضی کی مالک ہوں، انڈر اسٹینڈ؟" وہ اپنی ہمت پر خود حیران تھی۔

"تم صرف میری مرضی کی تابع ہو اور بس۔" وہ انگلی اُٹھا کر اسے وارن کرنے والے انداز میں بولا تھا پھر گاڑی سے اُتر گیا۔

"بہتر ہوگا اندر جانے سے پہلے اپنا چہرہ اور لہجہ دونوں درست کرلو، تمہاری اتنی بکواس صرف مما کے لیے برداشت کی ہے میں نے، آئندہ نہیں کروں گا۔"

"پھر عادت ڈال لیں ازمیر صاحب! اس بکواس کی، کیونکہ اب سحاب ریاض بھی پہلے کی طرح ہر بات نہیں سہے گی۔" اسی کے انداز میں جواب دیتی وہ آگے بڑھی مگر اس کی بازو پر سخت گرفت نے رکنے پر مجبور کردیا۔

"میرے ساتھ دوبارہ اتنی زبان چلائی ناں تو منہ توڑ دوں گا تمہارا، ایڈیٹ لڑکی۔" وہ بُری طرح غرایا تھا، مگر سحاب ڈری نہیں تھی، زبردستی بازو چھڑاتی اندر چلی گئی تھی، اور سیدھی آنٹی کے پاس جاکر رُکی تھی، جو اسے دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں اور بیٹھنے کی کوشش کرنے لگیں، سحاب نے ان کی مدد کی اور پھر ان کے سینے میں سر چھپا کر رو دی۔

"بس بچے! روزے کی حالت میں نہیں روتے۔"

"آئی ایم سوری آنٹی! میں بہت بُری ہوں ناں، صرف اپنی ذات کے سکھ کے لیے آپ کو دکھ دیا، معاف کردیں مجھے۔"

"تم کیا ہو سحاب! یہ میرے دل سے پوچھو میری جان! تم چلی گئیں تو مجھے اندازہ ہوا کہ تمہارے بنا جینے کی تو مجھے عادت ہی نہیں رہی تھی، میں ادھوری ہوں تمہارے بغیر"۔ وہ کافی دیر ان کی گود میں سر چھپائے لیٹی رہی۔

"اگر اپنی غلطی کا اعتراف کر کے دل ہلکا ہو چکا ہو تو مس سحاب! افطاری بنا دیں، صرف ڈیڑھ گھنٹہ ہے روزہ کھلنے میں"۔ وہ بازو سینے پر لپیٹے اپنے مخصوص طنزیہ انداز میں مخاطب تھا، سحاب نے اس سے نہ ڈرنے کا عہد کر لیا تھا، مگر وہ آنٹی کے سامنے اس شخص کو کچھ بھی کہہ کر آنٹی کو ہرٹ نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"ازمیر! ابھی تو وہ آئی ہے"۔

"مما! ڈیوٹی از ڈیوٹی، یہ اس کی جاب کا حصہ ہے، پلیز! اسے کرنے دیں، اُنھیں میڈم! رحیم بھائی کچن میں آپ کا ویٹ کر رہے ہیں"۔ وہ اسے سخت لہجے میں حکم دیتا پلٹ گیا تھا۔

☆............☆............☆

بیس روزے گزر چکے تھے اور آخری عشرہ شروع ہو چکا تھا، ساتھ مبارک طاق راتیں، جب سے اس نے رمضان المبارک کے روزے باقاعدگی سے رکھنا شروع کیے تھے، اسی عمر سے وہ طاق راتوں کی عبادت بھی نہیں چھوڑتی تھی۔ آج اکیسویں رات تھی اور اپنے تمام کام انجام دے کر وہ جائے نماز سنبھال کر باہر آ گئی تھی، کیونکہ اگر رات بھر لائٹ آن رہتی تو آنٹی ڈسٹرب ہوتیں، اسے لگا سکون سے عبادت کرنے کے لیے اسٹڈی روم بہترین ہے، سو وہ وہیں آ گئی اور اپنی عبادت میں لگ گئی تھی، ڈیڑھ بجے اسٹڈی کی لائٹ آن دیکھ کر وہ ٹھٹھکا تھا، شاید رحیم بھائی لائٹ آف کرنا بھول گئے ہوں، مگر جب وہ اندر آیا تو ٹھہر سا گیا، وہ جائے نماز بچھائے دونوں ہاتھ پھیلائے جانے اللہ سے کیا طلب کر رہی تھی، اس کے چہرے پر پھیلے آنسو اور ہلکی ہلکی سسکیاں وہ صاف سُن اور دیکھ سکتا تھا، اس لمحے سحاب ریاض کے چہرے پر اسے ایک انجانی سی چمک نظر آئی تھی، ایک ایسی کشش کہ کئی لمحے وہ نظریں نہ ہٹا [illegible] اسے لگا کہ اس وقت سحاب کو ڈسٹرب کرنا ٹھیک نہیں ہے، وہ خاموشی سے مڑ گیا، مگر سحری تک وہ اس لمحے کی گرفت سے نہ نکل سکا تھا۔ آنسوؤں سے تر وہ معصوم و پُرکشش چہرہ، کیسا نور، کیسی چمک تھی اس لمحے اس چہرے پر کہ اس کا سحر اب تک نہیں ٹوٹا تھا۔

"رات ڈیڑھ بجے تم اسٹڈی میں کیا کر رہی تھیں؟" سحری میں عموماً وہ دونوں ہی اُٹھتے تھے، تو [illegible] اسے اس وقت سحاب سے ڈائریکٹ بات کرنی پڑتی تھی عموماً وہ ہر آرڈر رحیم بھائی کے ذریعے اس تک پہنچا دیتا تھا۔

"اکیسویں رات تھی، اس لیے نوافل اور قرآن پاک کی تلاوت کرتی رہی"۔ اس کے لہجے میں اب وہ ڈر نہیں ہوتا تھا جو پہلے ہوا کرتا تھا، اب وہ سہمی سہمی نہیں بلکہ پورے اعتماد سے اسے جواب دیتی تھی، اور اس کے جواب پر ازمیر حیدر کی نگاہیں پھر سے لحہ بھر کو اس کے چہرے پر بھٹکی تھیں، اس کی آنکھوں میں واقعی رات بھر جاگنے کی گواہی تھی، وہ خاموشی سے سحری کرنے لگا۔

"چائے لیں گے آپ؟"

"نہیں"۔ اس کا جواب سن کر وہ کچن میں چلی گئی اور خود بھی سحری کرنے لگی تھی۔

"سنو! تم سحری کے بعد جا کر سو جاؤ، باقی کام رحیم بھائی کر لیں گے، تم رات بھر سے جاگی ہوئی ہو"۔

"میں یہاں کام کے لیے ہی لائی گئی ہوں، یہ میری ڈیوٹی ہے جسے انجام دینا میرا فرض ہے، آپ کی ہمدردی کا شکریہ، مگر مجھے مفت کی روٹی منظور نہیں ہے"۔ اتنے نرم لہجے کے جواب میں اتنے سخت الفاظ اس کا استقبال کریں گے قطعی امید نہیں تھی اسے، اس کے اندر کا ضدی بچہ پھر سے جاگ گیا۔



"کہا تھا ناں تم سے کہ مجھ سے زبان نہ چلانا، ورنہ بہت بُرا ہوگا تمہارے حق میں"۔

"اس سے زیادہ اور بُرا کیا کر سکتے ہیں آپ جو آپ کر رہے ہیں؟" اس نے چائے کا کپ پٹخا تو ازمیر کے دماغ کی رگیں تن گئیں۔

"تم قطعی اس قابل نہیں ہو کہ تم سے جھوٹی ہمدردی کی جائے، مرو رمیری بلا سے"۔ سحاب کو اس کے موڈ کی، غصہ کی قطعی پرواہ نہیں رہی تھی، اس نے کچن کا کام سمیٹا، نماز ادا کی، کچھ دیر تلاوت کی اور پھر لیٹ گئی، کچھ دیر بعد وہ قطعی غافل تھی، اسے احساس نہ ہوا کہ وہ کب تک سوئی، وہ اب بھی شاید سوتی رہتی، مگر اسے لگا کہ ازمیر حیدر کی آواز اس کے قریب ہی گونجی ہے، اس کی ساری نیند بھک سے اُڑ گئی، اور آنکھیں کھولیں تو وہ واقعی روم میں موجود تھا، مگر قطعی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا، بلکہ مما کو ایکسر سائز کروا رہا تھا، سحاب یکدم اُٹھ بیٹھی اور سب سے پہلے سرہانے دھرا دوپٹہ اُٹھا کر کاندھوں پر اور سر پر پھیلایا تھا، پھر گھڑی دیکھی جو ڈیڑھ بجا رہی تھی۔

"اوہ گاڈ! میں اتنا بے خبر سوئی، جانے آنٹی نے ناشتہ بھی کیا ہوگا کہ نہیں؟"

"اگر آپ کی نیند پوری ہو چکی ہو تو پلیز مما کے لیے لنچ بنا دیں"۔ وہی طنزیہ لہجہ تھا مگر اس کی نظریں اس پر نہیں تھیں، وہ کپڑے درست کرتی اُٹھ گئی، عجیب سی جھجک و شرمندگی کا احساس ہو رہا تھا اسے، وہ بے خبر سوتی رہی، نیند میں انسان کو قطعی خبر نہیں ہوتی کہ وہ کس طرح سے سو رہا تھا اور وہ دوپٹے سے بے نیاز لیٹی سوتی رہی۔

"آئی ایم سوری آنٹی! میری آنکھ نہیں کھلی، آپ نے ناشتہ کیا؟ آپ مجھے جگا دیتیں"۔ وہ گھنے سلکی بالوں کو کیچر میں جکڑ رہی تھی مگر اس طرح کہ دوپٹہ بھی سر سے نہ ہلے۔

"اِٹس او کے جانو! آئی نو، تم رات بھر سوئی نہیں تھیں، اسی لیے جگانا مناسب نہیں لگا، رحیم بھائی نے مجھے ناشتہ بنا دیا تھا، ڈونٹ وری، اور سنو! ابھی لنچ کے لیے کچھ مت بنانا، مجھے قطعی بھوک نہیں ہے"۔ اس سے پہلے کہ وہ جواب میں کچھ کہتی، حکم بھرا لہجہ اس کی سماعت سے ٹکرایا تھا۔

"مما کے لیے سوپ بنا لاؤ"۔

"جی!"۔ کہتی وہ اگلے پل ہی کمرے سے باہر تھی، ازمیر حیدر کے سامنے دوپٹے سے بے نیاز بے خبر سوتے رہنا، وہ یہ سوچ کر ہی بہت شرمندگی محسوس کر رہی تھی، حالانکہ اتنے عرصے کے ساتھ میں ازمیر حیدر کے اعلیٰ کردار کی ضمانت وہ آنکھیں بند کر کے دے سکتی تھی، غصہ، نفرت، روکھا پن، اجنبیت اس کی آنکھوں میں ہمہ وقت دیکھا تھا، مگر ان کے علاوہ کسی اور نظر سے کبھی سامنا نہیں ہوا تھا اس کا، وہ پھر اپنی سوچوں میں غلطاں سوپ بنا رہی تھی کچن میں، جب وہ بھی آن پہنچا۔

"رحیم بھائی! آج افطاری میں صرف جوس لوں گا میں اور کچھ نہیں بنائیے گا"۔

"جی بھیا!"

"رحیم بھائی! کھانے میں کیا بنانا ہے؟" اکثر ہی وہ ان ڈائریکٹ بات کرتے تھے اور ذریعہ رحیم بھائی ہوتے تھے، بے چارے وہ خوامخواہ پس جاتے تھے۔

"کچھ نہیں بنانا، اپنے لیے جو بنانا ہو بنا لینا، میں کھانے میں کچھ نہیں لوں گا"۔ اس قدر چٹورہ انسان اگر منع کر رہا تھا ہر چیز سے، ضرور وجہ تو ہوگی، جانے انجانے وہ بھی اس کی فکر کرتی تھی، روز دہی بڑے، پکوڑے، سموسے، آلو چھولے اور جانے کیا کیا بنوانے والا آج صرف جوس سے افطار کرے گا؟ امیزنگ.... سارا دن وہ حیران ہوتی رہی، اس کے منع کرنے کے باوجود بھی سحاب نے تھوڑے سے فروٹ اور جوس افطاری کے وقت ٹیبل پر سجا دیے تھے، مگر اس

نے واقعی صرف جوس پیا تھا، اور نماز پڑھنے چلا گیا، یہ بات فکر مندی کی تھی، وہ نماز ادا کر کے لوٹا تو اس نے خود ہی مخاطب کر لیا۔

"کچھ بناؤں آپ کے لیے کھانے میں؟"

"تمہارے کان خراب ہیں یا یادداشت؟" اس کا لہجہ درشت تھا، وہ پچھتانے لگی اپنی ہمدردی پر، اس کے سامنے سے ہٹ گئی، یہ شخص اس کے ساتھ کتنا بھی بُرا سہی، مگر وہ دل سے کبھی اس سے نفرت نہیں کر پائی تھی، ایک ہمدردی تھی اسے ازمیر حیدر سے کہ اس کے ساتھ جو حادثہ ہوا بہت بُرا ہوا۔ آنٹی نے تو خود کو سمجھا لیا تھا مگر وہ اپنا اعتماد کھو بیٹھا تھا انسانوں پر سے، کبھی کبھی یہ ہمدردی بہت اپنے پن کا روپ دھار لیتی مگر اگلے ہی پل ازمیر کا لہجہ، اس کے لفظ پھر سے اس کے جذبات بدل دیتے، دونوں ہی سرد جنگ لیے ایک دوسرے کو برداشت کرنے پر مجبور تھے۔ آج چھبیسواں روزہ تھا اور حسب معمول سحری کے بعد کچھ گھنٹے آرام کر کے وہ آفس جانے کو تیار تھا، سحاب مما کے لیے ناشتہ لے کر جا رہی تھی، جب ازمیر عین اس کے سامنے آن رُکا۔

"مما کو بتا کر دو منٹ میں آؤ، میں گاڑی میں تمہارا ویٹ کر رہا ہوں"۔

"مگر کیوں؟"

"ہر بات کے جواب میں سوال مت کیا کرو، جتنا کہا ہے اُتنا کرو، جسٹ ٹو منٹس، اوکے؟" وہ سر جھٹکتی آنٹی کو ناشتہ دے کر، انہیں بتا کر آ گئی کہ وہ ابھی آ رہی ہے، روزے میں جھوٹ بھی کیا بولتی اور سچ تو یہ تھا خود بھی وہ نہیں جانتی تھی کہ اسے کہاں جانا ہے؟ وہ بالکل خاموشی سے اس کے ساتھ گاڑی میں آ بیٹھی تھی تو اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

"کہاں جانا ہے اب مجھے؟"

"پلیز اسٹاپ اِٹ، میرے سر میں شدید درد ہے، اس لیے اب دوبارہ مت بولنا"۔ وہ خاموشی سے ونڈو سے باہر بھاگتی دوڑتی گاڑیاں دیکھنے لگی، اسے قطعی اندازہ نہیں تھا ازمیر اسے کہاں لایا ہے، جھٹکا اس وقت لگا جب اس نے کورٹ میں خود کو پایا۔

"نیچے اُترو"۔ سرد لہجے میں مخاطب ہوا تھا۔

"مگر ہم یہاں؟"

"خاموشی سے اُترو"۔ ترش انداز پر وہ جھنجلاتی دروازہ پٹخ کر باہر آ کر کھڑی ہو گئی، وہ گاڑی لاک کر کے اس کا ہاتھ تھامے اسے اپنے ساتھ لایا تھا اور یہاں آ کر جو حقیقت اسے معلوم ہوئی وہ سحاب کی دنیا ہلانے کو کافی تھی، وہ شاکڈ تھی بالکل ساکت، اس حد تک کی امید نہیں تھی اسے ازمیر حیدر سے۔

"سحاب! سائن کرو پلیز!" وہ شاید لوگوں کے خوف سے نرم لہجہ اپنائے ہوئے تھا۔

"بیٹی! سائن کرو"۔ اس آواز پر وہ چونکی، اس کی آنکھوں کے گرد اندھیرا چھا رہا تھا، یہ کیسے کر سکتی تھی وہ اس کی اجازت کے بنا، اس کی مرضی کے قطعی خلاف وہ اتنا بڑا قدم اُٹھا لے گا، زبردستی کرے گا، لاچار اسے سائن کرنے پڑے، مگر واپسی پر وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہی تھی۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی آپ اتنا گر جائیں گے، میری مجبوری کا فائدہ اُٹھائیں گے"۔

"اب تو تم خود سوچ سکتی ہو کہ تم میری مرضی کی تابع ہو، اور میری اجازت کے بغیر تم میرے گھر سے ایک قدم بھی نہیں نکال سکتیں"۔

"صرف اس لیے کہ میں اپنے گھر چلی گئی تھی آپ نے مجھے اتنی بڑی سزا دی؟"



"یہ سزا تمہیں تمہاری زبان درازی کی وجہ سے ملی ہے، مسز سحاب حیدر! اب تو تم یہ نہیں کہہ سکتیں کہ میرا کوئی حق نہیں ہے تم پر حکم چلانے کا"۔ اس کے چہرے پر طنزیہ اور فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

"میں کبھی نہیں سوچ سکتی تھی کہ آپ کے اندر اتنا گرا ہوا انسان بستا ہے، ایک کمزور لڑکی کی بے بسی سے فائدہ اُٹھایا ہے آپ نے، اللہ بھی کبھی آپ کو معاف نہیں کرے گا"۔

"میرا سر مت کھاؤ، خاموشی سے بیٹھو"۔ وہ اسے ڈانٹتا ہوا بولا اور گھر کے گیٹ تک ڈراپ کر کے خود آفس چلا گیا تھا، وہ خود نہیں جانتا تھا اس نے ایسا کیوں کیا، صرف اتنا تھا ذہن میں مما اس کے بنا نہیں رہ سکتیں، کل مسز وسیم کے ساتھ ہونے والی گفتگو کے بعد اس نے یہ ڈی سی ژن لیا تھا۔ مسز وسیم بضد تھیں اپنے بیٹے کے لیے سحاب کو بہو بنانے کے لیے اور مما مان جاتیں کیونکہ وہ سحاب سے محبت کرتی تھیں، اسے خوش دیکھنا چاہتی تھیں، اور وہ..... ازمیر حیدر اپنی مما کو خوش دیکھنا چاہتا تھا اور مما کی خوشی کا نام سحاب تھا، اسے اس کے علاوہ کوئی راستہ نظر نہیں آیا تھا سحاب کو مستقل اپنے گھر میں روکنے کا، سو اس نے رات بھر جاگ کر یہ فیصلہ کیا اور صبح ہوتے ہی سحاب کو لے کر کورٹ میں پہنچ گیا، جہاں اس نے بنا سحاب کی مرضی جانے اس سے نکاح نامہ پر زبردستی سائن کرائے تھے، مگر اب وہ مطمئن تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت سحاب کو اس گھر سے نہیں لے جا سکتی، وہ ہمیشہ مما کے پاس رہے گی۔ وہ اپنی من مانی کر کے خوش تھا، مگر سحاب کے لیے پل پل سانس لینا مشکل ہو رہا تھا، اتنا بڑا فیصلہ، وہ آنٹی کو بتائے تو کیسے؟ کہ ان کے بیٹے نے تو اس کی ساری زندگی تباہ کر دی، اپنی انا کی تسکین کے لیے، عمر بھر کے لیے غلام بنا ڈالا تھا، مگر وہ آنٹی سے کچھ نہ کہہ پائی، ہاں ازمیر حیدر سے نہ ڈرنے کا جو عہد اس نے کیا تھا وہ اب مضبوط ہو گیا، اس نے ازمیر کے ہر کام سے بائیکاٹ کر دیا، شام میں افطاری پر صرف فروٹ چاٹ کی پلیٹ اس کا منہ چڑا رہی تھی، وہ خاموشی سے سہہ گیا، مگر نماز کے بعد آیا تو علم ہوا کہ کھانا آج بنایا ہی نہیں گیا، غصے سے اس کے اعصاب تن گئے اور جیسے ہی سحاب مما کے لیے دودھ لینے رات کو کچن میں آئی تھی، وہ اس کے پیچھے وہاں موجود تھا۔

"کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟ اب بھی تمہارا نخرہ اور غرور نہیں ٹوٹا؟ حالانکہ اب تو تمہیں مزید دل جمعی سے میری خدمت کرنی چاہیئے کہ میں تمہارا مجازی خدا ہوں اب"۔ وہ اسے چڑا رہا تھا، خون جلا رہا تھا، اس نے رو رو کر آنکھیں سرخ کر رکھی تھیں، اس کا اندازہ ازمیر کو تب ہوا جب اس نے ازمیر کو زہریلی نظروں سے گھورا، وہ پتھر دل نہیں تھا، لمحہ بھر اسے بہت افسوس ہوا کہ اس نے اپنی ضد کے لیے ایک لڑکی کی زندگی تباہ کر ڈالی، اس کی ہر خوشی چھین لی، مگر کیا اس کے علاوہ کوئی اور راستہ تھا سحاب کو یہاں روکنے کا؟

"تمہارے گھورنے سے میرا پیٹ نہیں بھرے گا، مجھے بہت بھوک لگی ہے"۔ وہ اب بھی اَن سُنی کرتی نکل رہی تھی کہ اس نے راستہ روک لیا۔

"میری شرافت کا ناجائز فائدہ مت اُٹھاؤ سحاب!"

"شرافت.... اچھی طرح جان گئی ہوں آپ کو بھی اور آپ کی شرافت کو بھی"۔

"رئیلی! یہ تو اچھی بات ہے ناں کہ تم مجھے اچھی طرح جان گئی ہو، آگے تمہیں مشکل نہیں ہو گی"۔ وہ قدرے اس کی طرف جھک کر بولا۔

"میری بے بسی کا اتنا مذاق نہ اُڑائیں ازمیر حیدر! کہ میں جان دینے پر مجبور ہو جاؤں، میری ذات کا وقار اور میرا فخر تو آپ نے چھین لیا ہے، صرف جسم میں جان ہی بچی ہے میرے پاس، وہ بھی نکال لیں، اگر آپ کی جھوٹی انا کو تسکین اسی طرح ملتی ہے تو"۔ اس کی بات کے جواب میں ایک زوردار تھپڑ لگے گا اسے، یہ اس کے ذہن و گمان میں

نہیں تھا۔

"یہ لاسٹ وارننگ تھی، اس کے بعد اگر تم نے میرے سامنے یہ لہجہ اور آواز تیز استعمال کی تو..." وہ مٹھیاں بھینچتا وہاں سے ہٹ گیا، اس کے مضبوط اور سخت ہاتھ کا نشان اس کے سفید گال پر ثبت ہو گیا تھا۔ دوپٹے سے کور کرتی وہ آنٹی کو میڈیسن دے کر اسٹڈی میں چلی گئی تھی، آج ستائیسویں شب تھی، وہ اپنے رب کے حضور حاضر تھی، مگر آج اس کے اندر مایوسی تھی، وہ جو مایوسی کو گناہ گردانتی تھی آج خود کو ہارا ہوا، بے بس و لاچار محسوس کر رہی تھی۔

"مجھے نہیں پتا میرے رب! جو ہوا وہ میرے حق میں بہتر ہے یا نہیں؟ مگر میرا دل اسے قبول نہیں کر رہا، اے مالک! تیری رضا کے بنا تو پتہ بھی نہیں حرکت کر سکتا، پھر ازمیر حیدر جیسا انسان اتنا بڑا فیصلہ کیسے کر سکتا ہے؟ میں جانتی ہوں تُو رحمٰن ہے، میری صرف تیری ذات سے اُمید ہے اور تُو ہی میرے حق میں بہتر سوچنے والا ہے، میں تیری رضا میں راضی ہوں"۔ ایک پھندا سا اس کے گلے میں اٹک گیا، وہ مزید کچھ کہے بنا پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی، ساری رات اس نے اللہ سے رو رو کر دُعا کی تھی، سحری میں وہ اس کے لیے ٹیبل پر تمام چیزیں رکھ کر خود صرف چائے کا کپ بنا کر اپنے کمرے میں آ گئی تھی، ازمیر آیا تو سحری ٹیبل پر تیار تھی مگر وہ خود نہیں تھی، اس نے کچن میں جھانکا تو ندارد، پھر وہ مما کے روم میں آیا تو وہ بیڈ سے ٹیک لگائے نیچے بیٹھی تھی اور اس کی آنکھوں سے اب بھی آنسو جاری تھے، ایک انجانی کیفیت سے دوچار ہوا تھا وہ، اس کے آنسو ازمیر کے دل پر بھاری بوجھ بن کر جیسے ٹھہر گئے، وہ سحری کے لیے بیٹھا، مگر اس سے ایک نوالہ تک نہ کھایا گیا، وہ پانی کا گلاس پی کر اُٹھ گیا، اذان ہوئی تو مسجد چلا گیا، سحاب اس کے جانے کے بعد باہر آئی تو ٹیبل پر تمام چیزیں جوں کی توں رکھی تھیں، اس نے کسی چیز کو چھوا تک نہیں تھا، وہ گہری سانس خارج کرتی ٹیبل سے برتن سمیٹنے لگی، پہلے نماز ادا کی پھر واپس آ کر برتن دھونے لگی، اتنے میں وہ بھی آ گیا تھا، برتنوں کی کھٹ پٹ سن کر سیدھا کچن میں آیا تھا۔

"تم نے روزہ رکھا ہے؟" حالانکہ اتنا تو وہ جان گیا تھا کہ وہ روزہ نہیں قضا کرتی تھی، اس نے محض سر کو اثبات میں ہلایا تھا۔

"پھر سحری کیوں نہیں کی، کچھ کھایا بھی نہیں؟"

"کھایا تو آپ نے بھی کچھ نہیں ہے"۔ انجانے میں سہی دونوں ایک دوسرے کی فکر کرتے تھے، اس کا جواب ازمیر کو مسکرانے پر مجبور کر گیا، حالانکہ کچھ دیر پہلے وہ بہت دُکھی ہو کر گھر سے نکلا تھا۔

"ریلی! تم اتنی فکر کرتی ہو میری، تو مجھے بھی تو کچھ نہ کچھ تمہارا خیال رکھنا چاہیے ناں، تم بھوکی رہو تو میں کیسے کچھ کھا سکتا ہوں؟" اس نے سرد نظروں سے گھورا، وہ یکدم سنجیدہ ہو گیا۔

"رات غصے میں تم پر میرا ہاتھ اُٹھ گیا، اس کے لیے میں بہت شرمندہ ہوں"۔

"کیوں یہ تو آپ کا حق تھا ناں؟ اسی حق کو جتانے کے لیے تو آپ کو اتنا اہم فیصلہ کرنا پڑا، اب شرمندگی کیسی؟"

"تم نہیں سمجھو گی"۔ پہلی بار اس نے ازمیر کا لہجہ اتنا کمزور دیکھا تھا۔

"میں سمجھنا چاہتی بھی نہیں ہوں"۔ وہ اس کے برابر سے نکل کر کمرے میں جا گھسی تھی۔ سارا دن وہ بہت خاموش رہی، زہرہ آنٹی نے کئی بار پکارا، وہ یوں چونک جاتی جیسے کسی گہری نیند سے جاگی ہو، ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے تو پھر سے آنکھیں بھر آئیں۔

"میں کیا مانگوں تجھ سے اے میرے رب! تُو میری ذات کو، میرے من کو سکون عطا کر، میرے دل کی یہ بے چینی، یہ مایوسی دور فرما دے مالک! زندگی تیری دی ہوئی ایک عظیم نعمت ہے، میں اس سے انکاری نہیں ہوں، مگر زندگی کے ان



تلخ تجربوں سے تھک چکی ہوں، بہت کمزور ہوں میں، اے میرے اللہ! مجھے ہمت دے حالات سے لڑنے کی، اپنے حق کے لیے بولنے کی، تُو جانتا ہے کل سے اب تک میری شناخت بدل گئی، مگر اب مجھ میں زمانے کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہے، تُو مجھے حوصلہ دے، آنے والا وقت جانے میرے لیے کیسے سوال اُٹھائے، مجھے اس وقت کا ہمت سے مقابلہ کرنا ہے"۔ اس نے مزید اپنے رب سے، گڑگڑا کر دعا کی پھر جائے نماز سمیٹ کر باہر آ گئی، لاؤنج میں اس ظالم انسان کو موجود پا کر اسے پتہ چلا کہ وہ آفس سے آج جلد آ گیا ہے، وہ مڑ کر واپس اپنے کمرے میں آ گئی، جہاں آنٹی شاید اس کی منتظر بیٹھی تھیں۔

"سحاب! ازمیر آفس نہیں گیا؟"

"صبح گئے تو تھے شاید جلدی آ گئے"۔

"پتہ نہیں مجھے وہ پریشان سا لگ رہا ہے کل سے، جانے کیا بات ہے؟" ان کی فکرمندی پر وہ حیران رہ گئی اور سوچ تلخ ہو گئی۔

"میری زندگی کا سکون برباد کر کے وہ خوش ہے، آنٹی کو وہ پریشان لگ رہا ہے"۔ وہ تو اس کی چپ بھی نوٹ کر رہی تھیں۔

"سحاب! تم دونوں میں پھر سے کوئی بات تو نہیں ہوئی؟ کیونکہ تمہارا چہرہ بھی اُترا اُترا سا ہے، آنکھیں تم نے لاکھ کوشش کی چھپانے کی مگر تمہارے رونے کی گواہ ہیں"۔

"نہیں، انہوں نے مجھے کیا کہنا ہے؟ میں تو اپنی قسمت پر رو رہی تھی آنٹی!"

"پھر رات تمہارے چہرے پر نشان کیسا تھا جو تم چھپا رہی تھیں مجھ سے؟" وہ اتنی بے خبر نہیں تھیں جتنا سحاب سمجھ رہی تھی۔

"پلیز آنٹی! مت پوچھیں کچھ"۔

"ٹھیک ہے، مجھے باہر لے چلو، میں ازمیر سے ڈائریکٹ پوچھ لیتی ہوں"۔

"میں یہیں حاضر ہوں مما جانی! کیا پوچھنا ہے آپ کو؟" وہ بہت لائٹ موڈ میں ان کے کمرے کے دروازے کے بیچ کھڑا تھا، اس کی شکل دیکھتے ہی سحاب کا موڈ خراب ہو گیا اور جیسے ہی وہ اندر مما کے پاس آیا، سحاب باہر نکل گئی۔

"برائے مہربانی جاتے جاتے دروازہ بند کر دینا"۔ روکھی پھیکی آواز پر اس نے ڈور دھڑ سے بند کیا تھا اور خود کو خوامخواہ مصروف کرنے کے لیے رحیم بھائی کے کام میں ہیلپ کرانے لگی۔

☆..............☆..............☆

"میں صرف آپ کا نہیں اس کا بھی مجرم ہوں، مجھے اندازہ ہے مما! کہ میرے اس قدم نے اس کا بھی اعتماد انسانیت سے ختم کر دیا ہوگا، وہ کتنی مایوسی کے احساس سے دوچار ہے، بے بس و لاچار محسوس کر رہی ہے خود کو، مگر مما! مجھے اس کے علاوہ کوئی اور راستہ نظر نہیں آ رہا تھا سحاب کو اپنے گھر میں روکنے کا، میں خوفزدہ ہو گیا تھا کہ اگر وہ پھر سے چلی گئی تو کہیں آپ کی طبیعت مزید نہ بگڑ جائے، میں نے آپ کی اور مسز وسیم کی ساری باتیں سن لیں تھیں، مجھے لگا اگر میں نے یہ فیصلہ نہ لیا تو آپ مسز وسیم کو ہاں کر دیں گی، میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ یہاں سے جائے، اس کے آنے سے آپ میں جو امپروومنٹ مجھے نظر آئی ہے، اس کے بعد یہاں سے سحاب کا جانا مجھے قطعی منظور نہ تھا، مگر مما! کل سے اب تک جب جب اس کا مرجھایا چہرہ میری نظروں کے سامنے آتا ہے تو میں خود کو پستی میں اُترتا محسوس کرتا ہوں، مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، وہ سچ ہی تو کہتی تھی، وہ میری جاگیر نہیں تھی کہ میں اس کے بارے میں جو بھی ڈیسیژن لوں وہ مان

بھی لے گی، وہ بھی انسان ہے، اس کے بھی خواب ہوں گے، مگر میں نے سب چکنا چور کر دیے، پلیز مما! میں آپ سے بھی بہت شرمندہ ہوں کہ میں نے آپ کی اجازت کے بنا یہ قدم اُٹھایا، شاید میں نے غصے میں بہت غلط فیصلہ لے لیا ہے"۔

"یہ سب کرنے سے پہلے ایک بار مجھ سے ذکر تو کرتے، مجھے بتاتے تو کہ تمہارے دل میں کیا ہے، تمہارے دماغ میں کیا چل رہا ہے، اب علم ہوا مجھے کہ کل سے سحاب مرجھا کیوں گئی ہے، ازمیر! یہ بندھن زور زبردستی سے نہیں جوڑے جاتے، یہ تو خوشی کے بندھن ہوتے ہیں، دونوں فریقین کی رضامندی، ان کی خوشی ہی اس رشتے کی مضبوطی کی بنیاد ہوتی ہے، اور اس رشتے میں نہ تمہاری خوشی شامل ہے اور نہ سحاب کی رضامندی، ایسا بندھن عمر بھر دکھ اور پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں دیتا"۔

"پلیز مما! ٹیل می، اب میں کیا کروں؟ میرے معافی مانگنے سے یہ سب ختم نہیں ہو سکتا، ورنہ میں ہاتھ جوڑ کر اس سے معافی مانگ لیتا"۔ وہ زہرہ حیدر کی گود میں سر رکھے ان سے اپنے دل کی تمام کیفیت بیان کر رہا تھا، اس کا لہجہ بہت کمزور اور بکھرا بکھرا سا تھا، وہ قطعی وہ ازمیر حیدر نہیں لگ رہا تھا، جسے خود کو کمزور ظاہر کرنا آتا ہی نہیں تھا۔

"ازمیر! میں تم سے ایک بات کہوں، مانو گے؟" انہوں نے دھیرے دھیرے اس کے گھنے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا تھا۔

"پلیز مما! کہیں ناں"۔

"کسی بھی طرح کا فیصلہ لینے سے پہلے تم اپنا دل ٹٹولو، اپنے اندر جھانکو کہ کیا واقعی تم نے اتنا بڑا فیصلہ صرف میری خوشی کے لیے کیا ہے، نکاح وقتی جذباتی بندھن نہیں ہے ازمیر! عمر بھر ساتھ نبھانے کا عہد ہے، اور تم صرف میرے لیے یہ کیسے کر سکتے ہو کہ تم نے نہ صرف سحاب کی بلکہ اپنی زندگی بھی داؤ پر لگائی ہے، تم یہ بھول گئے تھے شاید نکاح سے تم سحاب کو تو عمر بھر کے لیے اس گھر میں روک لو گے، مگر تم بھی اس عہد کے پابند ہو گئے ہو، وہ لڑکی صرف اس گھر میں ہی نہیں تمہاری اپنی زندگی میں اب بہت اہم ہو گئی ہے، تمہارے ہر سکھ دکھ میں، کیا تم اس بات سے بے خبر تھے کہ نکاح کے بعد صرف ذمہ داری اس کی نہیں، تمہاری بھی بڑھ گئی ہے، اس رشتے کے معنی جانتے ہو تم ازمیر! پوچھو خود سے، جھانکو اپنے دل میں کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ پتہ ہے ازمیر! سحاب صرف میری ہی نہیں تمہاری بھی ضرورت بن گئی تھی، تم اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے رہے مگر وقت کے ساتھ ساتھ تم اس کے عادی ہو گئے، تم محض انا کی تسکین کے لیے یہ کہتے ہو کہ تم نے یہ قدم میرے لیے اُٹھایا ورنہ حقیقت میں خود تمہیں اس کے بنا رہنے کی عادت نہیں رہی، ورنہ تم تین دن میں اسے پاگلوں کی طرح ڈھونڈ کر واپس نہ لاتے، جب تمہیں وہ گھر میں نظر نہیں آئی تو تم بوکھلائے بوکھلائے پھرتے تھے، کیونکہ تمہیں آفس سے آ کر اسے دیکھنے کی عادت ہو گئی تھی، زور زبردستی سے ہی سہی تم کو اپنا ہر کام اس سے کرانا پسند تھا، تم اسے ضد کہتے رہے مگر یہ ضد نہیں ہے میرے بچے! کچھ اور ہے، پوچھو خود سے، جواب مانگو دل سے اپنے، تم نفرت نفرت کے اس کھیل میں بہت آگے جا چکے ہو"۔ حالانکہ اس کا دماغ مما کی باتوں سے ایگری نہیں تھا مگر پھر بھی وہ خاموش رہا، کم از کم ان سے ہر بات شیئر کر کے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا تھا۔

"اچھا اُٹھو، جا کے باتھ لو، فریش محسوس کرو گے خود کو"۔ انہوں نے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

"ہوں..... آج ویسے بھی گرمی بہت زیادہ ہے"۔ وہ ان کی گود سے سر اُٹھاتا سیدھا ہو بیٹھا، پھر ہاتھوں سے بال درست کیے۔

"تھینکس مما! آپ سے شیئر کرنے کے بعد مجھے بہت ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا ہے"۔ وہ صرف مسکرا دیں۔ ازمیر



کمرے سے باہر نکلا تو اسے کچن سے رحیم بھائی کے ساتھ باتوں میں مصروف سحاب نظر آئی تھی، وہ اپنے کمرے میں جانے کا ارادہ کینسل کرتا ان کی طرف آ گیا۔

"ارے بھیا! ہم ابھی آپ کو ہی یاد کر رہے تھے"۔

"مجھے بھی کوئی یاد کرتا ہے رحیم بھائی؟" اس کا انداز چڑانے والا تھا۔

"وہ بھیا! دراصل آپ نے بتایا نہیں تھا صبح کہ آج شام میں کیا بنانا ہے ڈنر اور افطاری کے لیے؟" رحیم بھائی کی بات سے اسے یاد آیا۔

"اوہو..... ہاں رحیم بھائی! آج میں آپ کو چھٹی دے رہا ہوں، مزے کریں، دراصل مجھے آج افطار پارٹی میں جانا ہے اپنے فرینڈ کے ہاں"۔ وہ شاید احسان کر رہا تھا مگر ساتھ وضاحت بھی پیش کر رہا تھا۔ رحیم بھائی کچھ کہتے تبھی زہرہ حیدر کی آواز پر انہیں باہر جانا پڑا۔ ازمیر نے پیٹھ کیے کھڑی سحاب کو مخاطب کرنا چاہا، مگر اسے جانے کیوں الفاظ نہیں ملے اور وہ لب کچلتا، اپنے کمرے میں چلا گیا، عصر کے بعد وہ تیار ہو کر چلا گیا تھا، سحاب کو کچھ اطمینان ہوا کہ اس کے ہوتے وہ خود کو پُرسکون اور ایزی محسوس نہیں کرتی تھی۔ افطاری کے نام پر اس نے صرف دو کھجوریں اور جوس لیا تھا، وہ بھی آنٹی کے کہنے پر، کیونکہ آج آنٹی اس کے پاس ہی بیٹھی تھیں، پھر وہ نماز کے لیے اُٹھ گئی، مغرب کیا عشاء کی نماز کے بعد تک اس نے کچھ نہیں کھایا، زہرہ حیدر اصرار کرتی رہیں مگر اس کا ایک ہی جملہ تھا کہ 'بھوک نہیں ہے'، وہ چپ ہو گئیں، انہیں میڈیسن وغیرہ دے کر وہ کچن میں آئی تھی، سحری کے لیے بھی تو کچھ نہ کچھ بنانا تھا، اس نے رحیم بھائی کی ہیلپ سے ازمیر حیدر کی پسند معلوم کر کے سالن بنا کر رکھ دیا تھا، حالانکہ وہ دو دن سے سو نہ پائی تھی اس کے باوجود جب لیٹی تو نیند نہیں تھی آنکھوں میں، اس نے گردن موڑ کر بیڈ کے دوسری طرف لیٹی آنٹی کو دیکھا، وہ پُرسکون سو رہی تھیں، سحاب اُٹھ کر اسٹڈی روم جانے کے ارادے سے نکلی تھی، گھڑی میں گیارہ بج رہے تھے، مگر رستے میں اسے ازمیر مل گیا۔ وہ شام سے گیا اب لوٹا تھا، سحاب نے کترا کر گزرنا چاہا مگر ازمیر نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور دھیرے دھیرے چلتے ہوئے اسے اپنے کمرے میں لایا تھا، اتنے عرصے میں پہلی بار اس نے ازمیر حیدر کا بیڈ روم دیکھا تھا، ورنہ وہ تو اس طرف سے گزرتی تک نہ تھی۔

"بیٹھو"۔ اس نے بہت نرم انداز میں سحاب کو صوفے پر لا کر بٹھایا تھا۔

"مرنا چاہتی ہو تم؟" غیر متوقع سوال پر وہ اُسے دیکھنے لگی۔

"کمزور ہوں مگر بزدل نہیں"۔

"پھر بھوکا رہنے کا کیا مقصد ہے؟ کل سے تم نے کچھ نہیں کھایا، خالی پیٹ روزہ رکھا، اور رحیم بھائی کہہ رہے تھے کہ تم نے افطاری میں بھی صرف پانی پیا تھا، اور بس"۔

"مجھے بھوک لگی تو کھا لوں گی"۔ وہ رکھائی سے کہتی اُٹھ کھڑی ہوئی، مگر اس نے پھر سے بٹھا دیا۔

"یہ کھانا ختم کر لو، پھر تم جا سکتی ہو"۔ اس کی نظر ٹیبل پر رکھی ٹرے پر تواب گئی تھی۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا ہے کچھ کھانے کو"۔

"تھوڑا سا کھا لو، دیکھو اگر تم یوں خالی پیٹ روزے رکھو گی تو بیمار پڑ سکتی ہو"۔

"آپ کو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے"۔

"دیکھو سحاب! مجھے غصہ مت دلاؤ، کھانا کھاؤ"۔ اس کے لہجے میں سنجیدگی کے ساتھ تھوڑا سا حکم بھی تھا۔

"آپ ہر کام اپنی مرضی سے کرانا چاہتے ہیں، کیا آپ کو لگتا ہے زور زبردستی سے کیے گئے کام سے آپ کے دل کو

تسکین مل جاتی ہوگی؟"

"فی الوقت میں کسی بحث کے موڈ میں نہیں ہوں، کھانا کھالو اور جاکر سوجاؤ، بہت رات ہوگئی ہے۔"

"میں کھالوں گی، اپنے کمرے میں جاکر۔" اس کے سامنے بیٹھ کر کھانا کیسے کھاسکتی تھی وہ۔

"پرامس؟" اس کے اس قدر دوستانہ انداز پر وہ بہت حیران تھی مگر خوش فہم نہیں۔

"ڈونٹ وری اگر مجھے کچھ ہوا تو آپ پر الزام نہیں آنے دوں گی۔" وہ رکھائی سے کہہ کر ٹرے سمیت اس کے کمرے سے نکل آئی تھی، عجیب شخص تھا، جینے کا ہر ہنر چھین کر مرنے بھی نہیں دیتا تھا۔

"اگر میری ذات کی قربانی سے تمہیں لگتا ہے ازمیر حیدر! کہ تم نے تانیہ جیسی ہر لڑکی سے بدلہ لے لیا تو میں خود کو تمہارے ہر ستم کے لیے تیار کرتی ہوں، مگر ایک دن ضرور تم مانو گے کہ تانیہ کی غلطی کی سزا تم مجھے دے رہے تھے، مگر میں مجرم تھی نہیں، جانے وہ کیسی لڑکی تھی، جس نے محبت کی قدر نہ کی، چاہنے والے شوہر کو مار گئی۔" یہاں تو دل میں غبار ہی غبار تھا مگر لب تھے کہ ازمیر حیدر کے لیے بددعا تک کرنے کو تیار نہ تھے۔ عید میں صرف دو دن باقی تھے مگر اس گھر میں عید کی خوشی کہیں نظر نہیں آرہی تھی، زہرہ حیدر، سحاب کے چہرے کی سوگواری اور من کی بے چینی دیکھ رہی تھیں۔

"مان لو ناں سحاب! کہ وہ ضدی ہے، انا پرست ہے، ہٹ دھرم ہے، مگر تم تو ایسی نہیں ہو، تمہیں تو وہ آئیڈیل انسان لگا کرتا تھا ناں، اب وہ آئیڈیل انسان تمہارا ہے، صرف تمہارا۔" وہ بولیں۔

"مگر میرا آئیڈیل یوں کرچی کرچی میری آنکھوں کے سامنے بکھر گیا ٹوٹ کر جب ازمیر نے مجھ سے نکاح نامے پر زبردستی سائن کرائے تھے۔" اس نے خفگی سے جواب دیا۔

"وہ تمہیں کھونا نہیں چاہتا تھا اور احمق اتنا ہے کہ جذبوں کے اظہار تک کا نہیں پتہ۔"

"وہ صرف مجھے اپنا غلام بنا کر اپنی انا کو اونچا رکھنے کا خواہش مند تھا، میرا اعتماد، میرا وقار اسے برا لگتا تھا۔"

"وہ ایسا نہیں ہے سحاب!"

"بیٹا ہے ناں آپ کا، سائیڈ اسی کی لیں گی۔"

"تم بھی تو بیٹی ہو میری۔"

"پھر آپ نے اسے ڈانٹا کیوں نہیں، اتنے غلط ڈی سی ژن پر؟"

"میرے اپنے دل کا ارمان تھا تم ہمیشہ میرے پاس رہو، مجھے راستہ نظر نہیں آرہا تھا، ازمیر نے وہ راستہ....."

"آنٹی پلیز!"

"اچھا اٹھو، بازار چلتے ہیں، تمہاری پہلی عید ہے اس گھر میں اور اب تو تم اس گھر کی بہو ہو۔"

"مجھے روزے میں کہیں نہیں جانا۔" جب سے اسے پتہ چلا تھا کہ آنٹی ہر بات سے واقف ہیں اور ازمیر کے حق میں ہیں، وہ ان سے بھی خفا خفا تھی، وہ سمجھ تو رہی تھیں، مگر جانے ازمیر اپنے دل کا حال کب سمجھتا؟ رات میں وہ ان کے پاس بیٹھا تو وہ بولیں۔

"کل آخری روزہ ہے ازمیر! سحاب کی اس گھر میں وہ بھی خاص کر تمہارے حوالے سے پہلی عید ہے، مگر وہ کچھ بھی خریدنے کو تیار نہیں ہے، اب تو وہ مجھ سے بھی خفا ہے۔"

"ہونے دیں، کب تک رہے گی؟ سچ تو یہ ہے کہ اب وہ بھی آپ کی محبت کے بنا نہیں رہ سکتی مما! واقعی آپ ٹھیک تھیں آپ نے سحاب کو بالکل ٹھیک پہچانا تھا، میں ہی غلط تھا، سراسر غلط، مما! اس نے کھانا کھایا؟" وہ دوبارہ اس سے مخاطب نہیں ہوا تھا، مگر فکر بہر حال تھی، مما نے اثبات میں سر ہلایا تو پُر سکون ہوگیا۔



"مما! مجھے کہیں جانا ہے، تھوڑا لیٹ ہوجاؤں گا۔" اچانک ہی اسے یاد آیا تھا، وہ مما کو بتاتا اٹھا اور سیدھا گاڑی لے کر نکل گیا۔ آخری روزہ افطار ہوا تو کچھ دیر بعد ہی پٹاخوں اور ہوائی فائرنگ سے چاند رات ہونے کا پختہ اعلان ہوگیا، وہ نماز ادا کرکے سیدھا اس کے سر پر آکھڑا ہوا تھا۔

"چاند رات مبارک ہو سحاب!"

"مجھے پھپھو سے ملنا ہے۔" اس کے لہجے کی مٹھاس اگنور کرتی وہ مطلب پر آئی تھی۔

"مما کو بتادو، میں گاڑی نکالتا ہوں۔" حیرت اور صدمے سے برتن ہی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئے، ازمیر اتنی شرافت سے مان گیا، بنا ڈانٹ پھنکار کیے اسے لے جانے کو تیار تھا وہ، اس نے لمحہ لگایا تھا کچن سے کمرے تک جانے میں، مگر ازمیر کو حیرت تب ہوئی جب سحاب کے ساتھ مما بھی آتی نظر آئیں، سحاب انہیں دھیرے دھیرے چلاتے ہوئے گاڑی تک لائی تھی، اور مما کے جانے کا مقصد انہیں تب سمجھ آیا، جب مما نے پھپھو سے بات کی تھی ازمیر کے لیے سحاب کے رشتے کی، یہ بات ان کے لیے قطعی انہونی تھی، پر وہ خوش تھیں اپنی بھتیجی کے نصیبوں پر، ان کی بہت سی دعائیں سحاب کے ساتھ تھیں۔

"کل عید ہے پھپھو! اور میں آج آپ سے کچھ مانگنے آئی ہوں۔"

"مجھ سے..... کیا میرا بچہ؟"

"میری خواہش پوری کردیں ناں پھپھو! میرے ابو کے مکان کو آباد کرکے اسے گھر بنادیں، وعدہ کریں ناں پھپھو! آج منع نہیں کریں گی۔"

"سحاب ٹھیک کہتی ہے، پھر اب تو سحاب کے لیے وہ گھر بالکل بھی ضروری نہیں رہا، آپ کیوں خود کو کرائے کے مکان میں خوار کرتی ہیں؟" زہرہ حیدر کے سمجھانے پر اور سحاب کی ضد پر وہ مان گئیں، سحاب کے دل سے ان کے لیے جو فکر تھی وہ بہت حد تک کم ہوگئی، واپسی پر مما نے لاکھ کہا کہ بازار چلتے ہیں مگر وہ نہیں مانی۔

"مجھے کچھ نہیں چاہیے، سب کچھ ہے میرے پاس۔"

"مہندی ہی لگوالو اچھا۔"

"مجھے پسند نہیں ہے۔" اس نے قصہ ہی ختم کردیا، مما بہت اداس سی ہوگئی تھیں، ازمیر دیکھ چکا تھا گھر آکر جب سحاب نماز پڑھنے گئی تو وہ ان کے پاس آیا تھا، ان کے لیے عید کی شاپنگ جو کی تھی وہ سامان لے کر، وہ خوش ہوگئیں۔

"اور سحاب.....؟"

"جب وہ ضدی ہے تو ازمیر کم تھوڑا ہی ہے، یو ڈونٹ وری مما!" اس نے تسلی دی، سحاب نماز پڑھ کر سونے کے لیے آئی تو آنٹی کو سوتے پایا، آج وہ بنا دودھ لئے سوگئی تھیں، وہ رحیم بھائی سے صبح کے کام کی تفصیل پوچھنے آئی تو ازمیر، رحیم بھائی کو صبح کے لیے ہدایات دے رہا تھا، اور وہ 'جی بھیا، جی بھیا' کہہ کر سر ہلارہے تھے، وہ مڑ گئی۔

"سحاب پلیز! جسٹ اے منٹ۔" وہ یکدم اس سے مخاطب ہوا تھا، رحیم بھائی کو تمام بات سمجھا کر اب وہ اس کی طرف آیا تھا، جو اس کے روکنے پر کھڑی تھی۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔"

"کہیں، میں سن رہی ہوں۔"

"یہاں نہیں، میرے بیڈروم میں۔"

"مجھے نہیں جانا، جو کہنا ہے یہیں کہہ دیں۔"

"تم شرافت سے چلوگی یا پھر رحیم بھائی کی موجودگی کا لحاظ کیے بنا میں تمہیں گود میں اُٹھا کر لے جاؤں؟" اس سے کچھ بعید نہ تھا کہ یہ شخص ضد پر آجائے تو کرتا تھا ہر ضد پوری۔

"مگر مجھے چائے بنانی ہے اپنے لیے"۔ اس نے بہانہ گھڑا۔

"گڈ آئیڈیا، رحیم بھائی دو کپ مزیدار سی چائے میرے کمرے میں لے آیئے گا پلیز!" اس نے نازک ہاتھ تھاما اور رحیم بھائی کو ہدایت کرتا سیڑھیاں چڑھنے لگا، سحاب نے ہاتھ کھینچا اور اس کے پیچھے چلتے ہوئے اس کے کمرے میں آئی تھی۔ ازمیر نے ایک بڑا سا شاپر اس کے ہاتھ میں تھمایا تھا۔

"یہ کیا ہے؟"

"ہماری شادی کا پہلا گفٹ، یُو نو کل عید ہے اور میں نے زندگی میں پہلی بار لیڈیز شاپنگ کی ہے تمہاری فضول سی ضد کی وجہ سے، دیکھو تو پلیز!" وہ یوں مخاطب تھا جیسے ان میں برسوں کی دوستی رہی ہو، بہت اچھا رشتہ ہو ان کے بیچ، سحاب کے چہرے پر اجنبیت کے رنگ برقرار تھے۔

"سحاب پلیز!"

"اور اگر میں یہ سب یہیں پھینک کر چلی جاؤں تو.....؟"

"آئی نو، تم ایسا کبھی نہیں کروگی، بی کوز یہ تمہاری نیچر کا حصہ نہیں ہے، تمہارا دل تو بہت پیارا ہے، نازک اور نرم، صرف محبت کرنے والا"۔

"آپ نے میرے دل کی ساری نرمی ہی چھین لی ہے"۔

"آئی ایم سوری!" وہ قدم اُٹھاتا اس کے قریب آیا تھا، مگر تبھی دروازہ ناک کر کے رحیم بھائی چائے لے کر اندر آئے تھے۔

"تھینک یُو رحیم بھائی! اور ہاں یہ آپ کا عید کا گفٹ ہے"۔ اس نے بیڈ پر سے ایک شاپر اُٹھا کر انہیں تھمایا تو وہ شکریہ ادا کرتے باہر چلے گئے، وہ پھر سے سحاب کی طرف متوجہ ہوا، جواب تک شاپر تھامے کھڑی تھی، اس نے کندھوں سے تھام کر اسے بٹھایا، پھر خود ہی تمام چیزیں کھول کر دکھانے لگا، سوٹ، جوتے، چوڑیاں، جیولری ہر چیز تھی جو ایک لڑکی کے سجنے کے لیے ضروری ہوتی ہے۔

"مجھے علم نہ تھا تمہیں مہندی پسند نہیں، میں یہ لے آیا تھا"۔

"آپ کو یہ علم کیسے ہوا کہ مجھے یہ سب چیزیں پسند ہوں گی؟"

"آئی ریئلی ڈونٹ نو، مگر مجھے اتنا پتا ہے کہ جب میں تمہارے لیے یہ سب خرید رہا تھا تو مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا"۔

"میں آپ کی اس تبدیلی کی وجہ جان سکتی ہوں؟" اس نے ازمیر حیدر کی آنکھوں میں دیکھ کر سوال کیا، جہاں بے پناہ چمک اسے تادیر نظریں ملانے نہ دے سکی۔

"بی کوز..... آئی لَو یُو"۔ یکدم ہی اس کا لہجہ دھیما ہو گیا، بے انتہا نرم اور محبت سے بھرا۔

"یس سحاب! آئی ریئلی لَو یُو"۔ سحاب کے سارے وجود میں ایک عجیب سا احساس سرائیت کر گیا، وہ مزید یہاں نہیں بیٹھ سکتی تھی، مگر ازمیر حیدر نے اس کے جانے کا ارادہ جان کر، اس کے منصوبے پر پانی پھیر دیا، اور اس کے جانے کا راستہ روک لیا۔

"میری بات ابھی ادھوری ہے، مسز! اور آج تم مکمل بات سنے بنا یہاں سے نہیں جاؤ گی"۔



"میں آپ کے کسی حکم کی پابند نہیں ہوں"۔

"کم از کم اب تو یہ ضد چھوڑ دو، اب تو تمہارا یہ دعویٰ بھی میں نے غلط ثابت کر دیا ہے"۔

"بہت خوش ہیں ناں آپ مجھے جھکا کر، آپ کو لگتا ہے آپ فاتح ہیں؟"

"ہاں میں خوش ہوں تمہیں پا کر، جھکا کر نہیں، جب میں نے یہ فیصلہ لیا اور یہ انتہائی قدم اُٹھایا تھا تو مجھے خود نہیں علم تھا کہ میں ایسا کیوں کر رہا ہوں، صرف میرے دل و دماغ میں ایک ہی بات گڑ کر رہ گئی تھی کہ تم اس گھر سے چلی جاؤ گی، اور میں ہرگز تمہیں یہاں سے جانے نہیں دینا چاہتا تھا سحاب! تمہارے آنے سے اس گھر میں میری اور مما کی زندگی میں جو تبدیلی آئی تھی، وہ مجھے بہت اچھی لگی تھی، ہم سب تمہارے عادی ہو گئے تھے، ہاں یہ بھی سچ ہے کہ جب تم اس گھر میں آئی تھیں تو مجھے تم پر ذرا بھی اعتبار نہ تھا، مجھے عورت سے نفرت تھی، اور اس کی وجہ تم اچھی طرح جانتی ہو، ثانیہ بھابی ہمارے ساتھ جو کر گئی تھیں وہ بھولنا بہت مشکل ہے سحاب! اور جب تم مما کی طرف بڑھیں تو مجھے لگا شاید تم مما کو ذریعہ بنا کر ہمارے گھر میں داخل ہونا چاہتی ہو، شاید میں کچھ غلط تھا مگر میں ایک بار یہ دھوکہ کھا چکا تھا اس لیے مجھے ہر انسان کو شک کی نظر سے دیکھنا پڑتا تھا، مما نے جب اپنی کیئر کے لیے تمہارا نام لیا تو میں قطعی راضی نہ تھا مگر مما نے خود تمہاری گارنٹی لی تھی، میں ان کی ضد کے آگے چپ کر گیا، تمہیں لے تو آیا، مگر تمہارے ہر فعل پر میری نظر ہوتی تھی، میں تمہیں ہر ہر قدم پر پرکھتا تھا اور تم ہر بار میرے شک کو جھوٹ میں بدل دیتیں، تمہیں تمہاری پھپھو کے گھر لے جانے کی ذمہ داری بھی اسی لیے لی تھی میں نے کہ میں یہ ثابت کر سکوں مما کے آگے کہ تم بھی ثانیہ کی طرح فراڈ ہو، بٹ آئی واز رانگ! تم نے اپنی نیک نیتی، اپنی سادہ دلی اور محبت کرنے والی فطرت سے نہ صرف مما بلکہ میرے پورے گھر کو اپنا بنا لیا مجھ سمیت، مگر شاید مجھے ادراک نہ ہو سکا، اس رات جب میں نے تمہاری انسلٹ کی تو بلیو می! رات بھر نہ سو سکا تھا میں، سحری میں یہ سوچ کر تم سے ایکسکیوز کر لوں گا، میں کچھ مطمئن تھا مگر جب مجھے پتا چلا کہ تم چلی گئی ہو تو میری حالت پاگلوں کی سی ہو گئی، تم اسے میری ضد، میرا غصہ، یا ایگو جو بھی کہہ لو، مگر مجھے آج اس چیز کا اعتراف ہے کہ یہ گھر تمہارے وجود سے مکمل لگنے لگا تھا مجھے، اپنے گھر میں دن رات تمہیں دیکھنے کی اس قدر عادت ہو گئی تھی کہ وہ تین دن تمہارے بن پتا نہیں کیسے گزرے، مما نے مجھ سے کہا تھا تم نہیں آؤ گی، کسی بھی صورت، اس لیے مجھے اپنا رویہ بہت سخت کرنا پڑا کہ میرے نرم انداز پر شاید تم نہ آتیں اور مجھے ہر صورت تمہیں یہاں لانا تھا اور تمہارے آنے کے بعد میرا گھر پھر سے مکمل لگنے لگا تھا مجھے، بٹ مسز وسیم نے پھر سے میرا دماغ ہلا دیا، اس دن بھی وہی تمہارے جانے کی وجہ بنی تھیں، وہ تو مما کے پیچھے ہی پڑ گئی تھیں کہ انہیں ہر حال میں اپنے بیٹے کے لیے تمہیں ہی بہو بنا کر لے جانا ہے، میں اپنی فیلنگز سے قطعی بے خبر تھا مگر یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ کوئی تمہیں اس گھر سے لے جائے، مجھے لگتا تھا کہ تم میری مما کی ضرورت ہو، بس تمہیں یہاں عمر بھر روکنے کے لیے مجھے یہ کرنا تھا، بلیو می مسز! میرا مقصد تمہیں جھکانا نہیں تھا، غصے میں، تمہاری بات کے جواب میں یہ میں نے کہا تھا، بٹ بائی گاڈ! تم میری ضد نہیں تھیں"۔

"مسز وسیم مجھے میری مرضی کے بغیر اپنے بیٹے کے لیے زبردستی تو نہیں لے جا سکتی تھیں ناں؟"

"میں جانتا تھا، مما نے تمہارے لیے جو فیصلہ بھی کرنا تھا وہ تم چپ چاپ مان جاتیں"۔

"مان تو میں آپ کی زبردستی پر گئی تھی، میرے اپنے وجود کی تو اہمیت ہے ہی نہیں، میرے ماں باپ تو میرا سب کچھ بھی ساتھ لے گئے تھے، مگر مجھے جینا تو ہے ناں، جب تک سانسیں باقی ہیں، آپ جانتے تھے کہ پھپھو کے گھر میں میری حیثیت کیا ہے، میں قطعی تنہا تھی، اور آپ نے میری اس بے بسی کو اچھا یُوز کیا تھا، آپ کو پتا تھا مجھے پوچھنے والا تو کوئی ہے نہیں، بے آسرا لڑکی ہے، جو آپ کی مرضی ہوئی آپ نے میری زندگی کا فیصلہ کر دیا، آفٹر آل میں آپ کے گھر میں سرونٹ تھی، آپ

میرے مالک تھے، مجھے کھانے کو روٹی دیتے تھے، پے دیتے تھے، بھلا آپ کو تو یہ حق تھا ناں کہ آپ میرے لیے جو چاہیں سوچ لیں اور جب چاہیں جو دل میں آئے فیصلہ کرلیں، میں تو بولنے کا حق نہیں رکھتی تھی ناں، یوں بھی آپ کے بقول کہ میں تو یہاں دولت کے لالچ میں آئی تھی، آپ کو پھنسانے، آپ تو خود کو بہت سمجھدار سمجھتے ہیں، اور اب آپ کے اس قدم نے کیا ثابت کیا، اگر میری خواہش آپ کی دولت یا آپ کو پانا ہوتا تو مجھے اس فیصلے پر اتنا شدید صدمہ نہ ہوتا، میرے نزدیک دولت بہت کچھ ہے مگر سب کچھ نہیں، میرے اندر انسانیت زندہ ہے مسٹر ازمیر! مجھے آنٹی سے اُنسیت تھی، وہ اچھی لگتی تھیں، بس اس لیے ان کی خاطر میں یہاں آئی، آپ کا ہر رویہ سہا، آپ کی نفرت برداشت کی، کیونکہ آنٹی نے مجھے آپ کے اس بی ہیویئر کی وجہ بتادی تھی، میں سمجھ سکتی تھی کہ ہر انسان پر اعتبار کرنا آپ کے لیے بہت مشکل ہے، مگر آپ نے تو میرے وجود، میرے کردار کو الزام دے دیا، میں وہ بھی سہہ گئی اور چلی گئی، مگر پھر جو آپ نے میرے ساتھ کیا، مجھ سے بنا پوچھے میری مرضی کے خلاف آپ نے مجھ سے میری شناخت چھین لی؟''

''تمہاری شناخت چھینی نہیں ہے، تمہیں اپنا نام دیا ہے، احمق لڑکی! تمہیں اتنی سی بات سمجھ نہیں آرہی کہ میرے نام کے بنا تم اس گھر میں کیسے رہ سکتی تھیں؟ لوگ کبھی بھی یہ بات قبول نہیں کر سکتے تھے، اور کوئی راستہ تھا تمہاری نظر میں، اور سب سے بڑی بات جو اعتماد، جو بھروسہ مجھے تم پر ہے وہ کسی اور لڑکی پر کبھی نہیں ہوسکتا تھا''۔

''بہت سیلفش انسان ہیں آپ، صرف اپنی ذات اور خود سے جڑی خواہشیں عزیز ہیں آپ کو، کسی اور کی کوئی پرواہ نہیں''۔ سحاب نے پوری کوشش کی کہ کم ازکم اس شخص کے سامنے کمزور نہ پڑے، مگر وہ ہار گئی اور بُری طرح سے رودی۔

ازمیر حیدر جانتا تھا کہ اس کے دل و دماغ پر بہت بوجھ ہے، مگر سحاب کا رونا اسے تکلیف دے رہا تھا۔

''سحاب پلیز!'' اس نے سحاب کی گود میں دھرے اس کے ہاتھ کو نرمی سے اپنے ہاتھوں میں لیا تھا۔

''مجھے اپنی ہر زیادتی کا اعتراف ہے، اور میں اس سب کے لیے تم سے معافی مانگتا ہوں، پلیز مسز! آئی ایم سوری''۔

''کیا آپ کی سوری سے سب کچھ بدل جائے گا؟''

''نہیں، بٹ مسز! تمہارے جانے سے یہاں سب بدل جاتا، تم نے صحیح کہا، میں سیلفش ہوں، کم ازکم مجھے یہ ضرور سوچنا چاہیئے تھا کہ میرا یہ قدم سراسر تمہارے لیے ظلم ہے، تم قطعی خوش نہیں، میں نے صرف خود کو اور مما کو سامنے رکھ کر ہی یہ قدم اُٹھالیا، تمہاری ذات، تمہاری رضا کو اہم نہ سمجھا، یہ تو یاد رہا کہ تم چلی گئیں تو ہم پھر سے ادھورے ہو جائیں گے، مگر یہ بھول گیا کہ تم بھی ہمارے ساتھ رہنا چاہتی ہو یا نہیں؟ تمہیں پاکر میں تو خوش ہوں، مگر تم...... تم تنگ آگئی ہو ناں میری ضد سے؟ میرے غصے نے تمہیں متنفر کردیا ہے، اور.....''

''مجھے نفرت کرنا نہیں آتی ازمیر حیدر! اور نہ میں آپ کی طرح سخت دل رکھتی ہوں''۔ اس نے ازمیر کے دونوں ہاتھوں میں دبا اپنا ہاتھ چھڑایا اور آنسوؤں سے تر چہرہ صاف کیا۔

''مگر مجھے کسی پر بوجھ بننا منظور نہیں''۔

''ایسا کیوں سوچا تم نے کہ تم.... مسز! پلیز یار! بس بھی کردو، کیوں بھگو بھگو کر جوتے مار رہی ہو؟ جو چاہے سزا دے دو مگر......''

''اگر آپ زہرہ آنٹی کے بیٹے نہ ہوتے تو میں آپ کو اچھی طرح پوچھتی، مگر اب میرا کوئی بھی غلط قدم انہیں ہرٹ کرسکتا ہے''۔

''اچھا جی، تم بھی مما کو ہی ایشو بنا کر مجھ پر احسان کرنا چاہتی ہو؟''

''یعنی آپ نے مجھ پر احسان کیا ہے؟''



''اوں ہوں، محبت کی ہے، بس اظہار کا طریقہ نہیں آیا تھا، سمجھ نہ سکا کہ میرا دل کیا چاہتا ہے؟''

''یوں کہیں ناں، انا پر ضرب لگتی تھی ایک لڑکی سے یہ کہتے ہوئے کہ آپ مجھ سے ہار گئے، آپ غلط تھے''۔ اس نے ازمیر حیدر کی آنکھوں میں دیکھ کر اسے چڑانے والے انداز میں کہا تھا، مگر اس کی آنکھوں میں اُتری محبت اور انوکھی شرارت نے اسے جلد ہی آنکھیں جھکانے پر مجبور کردیا۔

''میں تم سے ہار گیا، میں مانتا ہوں میں غلط تھا، تمہاری سچائی نے ازمیر حیدر کو فتح کرلیا، سحاب! تم میرا بھروسہ ہو، میرا یقین....'' دونوں ہاتھوں کے پیالے میں اس کا پاکیزہ چہرہ لیے وہ اعتراف کر رہا تھا۔

''میرا فخر بھی تم ہو اور انا بھی، تم سے زیادہ مجھے کچھ عزیز نہیں، مجھے خود پتا نہیں چلا مسز! تم نے کب دھیرے دھیرے مجھے مجھ سے چھین لیا، اور اب یہ حال ہے کہ خون کی جگہ میرے رگ و پے میں تم دوڑ رہی ہو، ہاں مجھے قبول ہے یہ کہ میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں، آئی لو یو سوئٹ، اور یہ کہتے ہوئے مجھے نہ کوئی شرمندگی ہے اور نہ ہی کسی انا کی فکر''۔

اسے توقع نہ تھی کہ اس کے جواب میں ازمیر حیدر کا ری ایکشن یہ ہوگا کہ اس کی جان عذاب میں آجائے گی، اس کا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا اور آنکھیں کھولنے یا پلکیں تک جھپکنے کی ہمت نہ تھی اس میں۔

''ازمیر پلیز!''۔ بمشکل اس کے لب ہلے تھے، اس کی صورت دیکھ کر وہ اس کی کیفیت کا اندازہ بخوبی لگا سکتا تھا، اسے مزید تنگ کرنے کے بجائے اس نے نرمی سے ہاتھ ہٹالیے تھے، مگر سحاب کے لیے تو نظریں اُٹھانا تک مشکل ہو رہی تھیں۔

''میں اپنے کمرے میں جارہی ہوں''۔ کچھ دیر بعد جب اسے لگا کہ اس کی ہمت مجتمع ہوگئی ہے اور وہ سامنے بیٹھے شخص سے بات کرسکتی ہے تو دھیرے سے آ بیٹھی تھی، مگر اسی پر ازمیر نے بازو دراز کرتے ہوئے کاندھے سے تھام کر اسے خود سے بالکل قریب کرلیا تھا۔

''جہاں تک میری نالج ہے تو نکاح کے بعد تمہارا اور میرا کمرہ ایک ہی ہوگا، تو یعنی تم اپنے کمرے میں ہو''۔ اس کی انتہائی قربت اور پھر شوخ و شرارتی لہجہ اور آنکھوں میں اُتری بے خودی سحاب کی بولتی بند کررہی تھی۔

''مجھے آنٹی کے پاس جانا ہے''۔

''اور اگر میں نہ جانے دوں تو؟''

''میں رونے لگوں گی اور چیخ چیخ کر سب کو بلالوں گی''۔

''رئیلی.... پھر کوشش کرلو، میرے پاس تمہیں چاہنے اور چھونے دونوں کا پکا سرٹیفکیٹ ہے ڈیئر مسز! تمہاری کوشش بے کار ہی ہوگی''۔

''ازمیر پلیز! مجھے جانے دیں''۔ جب اسے یقین ہوگیا کہ بحث لاحاصل ہے تو منت کرنے لگی۔

''کم آن یار! چاندرات ہے آج، یُو نو، خوشیوں بھری رات، یہ رات ہمارے لیے مسرتیں لے کر آتی ہے، عید کے دن کی، اور تم بھی تو میری خوشی ہو اور میرے گھر کے لیے مسرت بن کر آئی ہو''۔

''تو.....؟''

''دیکھو ناں میں تمہارے لیے عید کا گفٹ لے کر آیا ہوں اور تم نے مجھے اخلاقاً بھی تھینکس تک نہیں کہا، مگر مجھے تم سے تھینکس نہیں گفٹ چاہیئے، محبت بھرا تحفہ، دو گی ناں؟'' ازمیر نے چاہت سے اپنی گرفت مزید مضبوط کی تھی۔

''میرے پاس آپ کے لیے صرف دعائیں ہیں کیونکہ میرا آئیڈیل تھے آپ اور اب صرف میرے ہیں آپ''۔ اس کے ہمت بھرے الفاظ واقعی تحفہ تھے ازمیر حیدر کے لیے۔ اس نے اُسے دونوں بانہوں میں بھر کے تھینکس کہا تھا اپنے رب کو۔

☆..........☆..........☆